شرح معانی الآثار

سالانہ نوٹس

1

"کتاب الصلوٰۃ"

(1) باب الاذان

س: اذان کا طریقہ کیا ہے؟ اختلاف ائمہ تحریر کریں؟

جواب: اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1: پہلے گروہ میں "امام مالک، حسن بصری" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک اذان کے شروع میں تکبیر دو مرتبہ ہوگی اور یہ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الاذان کما تؤذنون الان اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ الخ" مع ترجیع الشھادتین

ترجمہ: کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس طرح اذان سکھائی جیسے تم اب اذان دیتے ہو اللہ اکبر اللہ اکبر اشھد ان لا الہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ آخر تک شھادتین میں ترجیع کے ساتھ

2: دوسرے گروہ میں "امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک شروع اذان میں کلمہ تکبیر چار مرتبہ ہے اس میں بھی دو گروہ ہیں امام اعظم ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک شھادتین میں ترجیع نہیں ہے اور امام شافعی کے نزدیک ترجیع ہے امام شافعی حضرت عبد اللہ بن محیریز رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم علمہ الاذان تسع عشرۃ کلمۃ اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر ثم ذکر بقیۃ الاذان"

کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذان کے انیس کلمات سکھائے ابتداء میں تکبیر چار مرتبہ اور ترجیع شھادتین کے ساتھ بقیہ کلمات

اور امام اعظم اور امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں

"کہ عبد اللہ بن زید نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ آسمان سے اترا اس نے دو سبز کپڑے پہن رکھے تھے یا اس پر دو سبز چادریں تھیں وہ دیوار کے ایک حصہ پر کھڑا ہوا اور اس نے اذان دی

"فنادی اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر فذکر الاذان علی ما فی حدیث ابی محذورۃ غیر انہ لم یذکر الترجیع فاتی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاخبرہ فقال نعم ما رایت علمہ بلالا"

اس روایت میں ابو محذورہ کی حدیث کے مطابق اذان کو ذکر کیا گیا البتہ اس میں ترجیع نہیں ہے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے خوب خواب دیکھا ہے بلال کو سکھاؤ

قیاس: تنظیر ذکر کا تقاضا یہ ہے کیونکہ اذان کے بعض کلمات دو جگہ آتے ہیں مثلاً اللہ اکبر شروع میں

بھی آتا ہے اور آخر میں بھی اور بعض کلمات صرف ایک جگہ آتے ہیں جیسے حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح" تو جو کلمات دو جگہ آتے ہیں وہ آخر میں پہلی بار سے نصف ہو کر آتے ہیں۔ مثلاً "لا الہ الا اللہ" آخر میں ایک بار ہے تو شروع میں دو بار تو جب اللہ اکبر آخر میں دو بار ہے تو شروع میں چار مرتبہ ہونا چاہیے۔

اور ترجیع کے سلسلے میں اختلاف صرف کلمات شہادت میں ہے باقی کلمات میں اتفاق ہے کہ ترجیع نہیں ہوگی تو مختلف فیہ مقام کو اس مقام پر قیاس کریں گے جہاں اختلاف نہیں ہے یعنی باقی کلمات میں ترجیع نہ ہونے پر اتفاق ہے لہذا یہاں بھی ترجیع نہ ہوگی۔

(2) "باب الاقامۃ کیف ھی"

سوال:- اقامت کی کیفیت کے بارے میں اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

جواب:- اس مسئلہ کے بارے میں تین گروہ ہیں

1:- پہلے گروہ میں "امام مالک اور اہل مدینہ" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک کلمات اقامت دس ہیں ابتداء میں "اللہ اکبر" دو مرتبہ۔ شہادتین دو مرتبہ۔ حیعلتین تین مرتبہ یعنی قد قامت الصلوۃ ایک مرتبہ پھر لفظ اللہ اکبر ایک مرتبہ پھر کلمہ توحید ایک مرتبہ ہے

اور یہ حضرات انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "أُمِرَ بلال أن یشفع الأذان ویوتر الاقامۃ"

"کہ جناب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم ملا کہ اذان کے کلمات کو جفت اور اقامت کو طاق کہا کریں"

2:- دوسرے گروہ میں "امام شافعی، امام احمد، حسن بصری" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک باقی کیفیت اقامت پہلے گروہ والی لیکن کلمہ "قد قامت الصلوۃ" دو مرتبہ ادا کیا جائے گا

اور یہ حضرات بھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "أُمِرَ بلال أن یشفع الاذان ویوتر الاقامۃ الا الاقامۃ"

"کہ جناب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کو جفت اور اقامت کو طاق کہیں سوائے اقامت کے لفظ کے"

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "کان الاذان علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرتین مرتین والاقامۃ مرۃ مرۃ غیر قال قد قامت الصلوۃ فانھا مرتین"

عقلی دلیل:- نظر و فکر کا تقاضا یہ ہے کہ اذان میں جو کلمات دو جگہ آتے ہیں وہ اقامت میں ایک مرتبہ آتے ہیں البتہ قد قامت الصلوۃ کا کلمہ چونکہ اذان میں نہیں ہے اس لئے اس کا نصف نہیں ہوگا اور اقامت میں دو بار آنا چاہیے

3:- تیسرے گروہ میں "امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک وہ تمام کلمات جو اذان میں کہے جاتے ہیں اقامت میں ان کلمات کے ساتھ ساتھ دو مرتبہ قد قامت الصلوٰۃ کا اضافہ بھی ہے اور یہ حضرات حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں "انہ کان یثنی الاذان و یثنی الاقامۃ"

"کہ جناب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کے کلمات بھی دو مرتبہ اور اقامت کے بھی دو دو مرتبہ کہتے تھے"

حضرت ابو محذورہ سے روایت ہے فرماتے ہیں "علمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاقامۃ سبع عشرۃ کلمۃ اللہ اکبر الخ"

عقلی دلیل:- قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اقامت ایک مستقل عمل ہے لہٰذا وہ بھی اذان کی طرح ہو گی پھر سب کا اتفاق ہے کہ آخر میں "اللہ اکبر" دو بار کہا جائے اگر یہ اذان سے نصف ہو کر آتی تو اللہ اکبر ایک بار کہا جاتا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اقامت اذان کی طرح ہے۔ "ان سلمۃ بن الاکوع کان یثنی الاقامۃ"

(3) "باب قول المؤذن فی اذان الصبح الصلوٰۃ خیر من النوم"

سوال:- صبح کی اذان میں "حی علی الفلاح" کے بعد "الصلوٰۃ خیر من النوم" کہنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:- اس مسئلے کے بارے میں دو گروہ ہیں

1:- پہلے گروہ میں "امام عطاء، ابن رباح" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک تثویب (الصلوٰۃ خیر من النوم) کہنا مکروہ ہے اور یہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں "امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تعلیمہ ایاہ بلالا فامر بلالا بالتاذین"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم سے آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال کو اذان سکھائی اور بلال کو اذان دینے کا حکم دیا اور اس روایت میں "الصلوٰۃ خیر من النوم" کے الفاظ نہیں ہیں

2:- دوسرے گروہ میں آئمہ اربعہ اور جمہور فقہاء و محدثین شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک یہ تثویب مسنون ہے اور یہ حضرت ابو محذورہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "ان النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم علمہ فی الاذان الاول من الصبح الصلوٰۃ خیر من النوم الصلوٰۃ خیر من النوم" کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے صبح کی پہلی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کے کلمات سکھائے

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہ کلمات سکھائے تو ان کلمات سے روایت عبداللہ بن زید پر صحیح سند سے اضافہ ثابت ہو گیا تو اس کو اختیار کرنا لازم ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنایا "عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کان فی الاذان الاول بعد الفلاح (الصلوٰۃ خیر من النوم، الصلوٰۃ خیر من النوم) ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اذان اول میں الفلاح کے بعد "الصلوٰۃ خیر من النوم" دو مرتبہ تھا

(۴) باب التاذین للفجر ای وقت ھو بعد طلوع الفجر او قبل ذالک ؟

سوال: فجر کی اذان کس وقت کہی جائے اختلاف آئمہ تحریر کریں؟

جواب: اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ھیں

1: پہلے گروہ میں "امام ابو یوسف امام شافعی امام مالک امام احمد بن حنبل" شامل ھیں ان حضرات کے نزدیک فجر کی اذان طلوع فجر سے پہلے دینا جائز ہے اور یہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ھیں وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ھیں

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بلالا ینادی بلیل فکلوا واشربوا حتی ینادی ابن ام مکتوم قال ابن شھاب وکان رجلا اعمی لا ینادی حتی یقال لہ "اصبحت اصبحت"

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رات کو اذان دے دیتا ہیں تم اس وقت تک کھاتے اور پیتے رہو یہاں تک کہ ابن مکتوم اذان دیں ابن شھاب کہتے ھیں یہ ابن مکتوم نابینا تھے یہ اس وقت تک اذان نہ دیتے جب تک لوگ تاکید سے ان کو "اصبحت اصبحت" کہتے یعنی تم نے صبح کردی تم نے صبح کردی"

2: دوسرے گروہ میں "امام ابو حنیفہ امام محمد امام سفیان ثوری" شامل ھیں ان حضرات کے نزدیک طلوع فجر سے پہلے اذان مشروع نہیں ہے اگر طلوع فجر سے پہلے دی جائے تو طلوع فجر کے بعد لوٹانا لازم ہے اور یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کرتے ھیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ھیں

"ان بلالا اذن قبل طلوع الفجر فامرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یرجع فینادی الا ان العبد قد نام فرجع فنادی"

"کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ طلوع فجر سے پہلے اذان دے دی تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ دوبارہ لوٹ کر یہ اعلان کردیں "الا ان العبد قد نام" بندے کو نیند میں معلوم نہیں رہا چنانچہ انہوں نے لوٹ کر یہ اعلان کیا "الا ان العبد قد نام"

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ھیں "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا یمنعن احدکم اذان بلال من سحورہ فانہ ینادی او یؤذن لیرجع غائبکم ولینتبہ قائمکم"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال کی اذان تمھیں سحری سے ہرگز نہ روکے وہ اس لئے اذان دیتے ھیں تاکہ تمھارا غائب گھر واپس لوٹ آئے اور قیام کرنے والا خبردار ہو جائے"

عقلی دلیل: نظر و فکر کا تقاضا یہ ہے کہ جب تمام نمازوں میں اذان دخول وقت کے بعد دی جاتی ہے فجر کی اذان کے متعلق اختلاف ہوا کہ یہ وقت سے پہلے درست ہے یا نہیں تو جب یہ اذان دوسری اذانوں کی طرح کہ ان میں دخول وقت لازم ہے تو اس میں بھی اسی طرح ہونا چاہیے

(5) باب الرجلین یؤذن احدھما ویقیم الآخر

سوال: کیا دوسرے آدمی کا (موذن کے علاوہ) تکبیر کہنا جائز ہے؟ اختلاف آئمہ تحریر کریں؟

جواب: اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1: پہلے گروہ میں "امام شافعی، امام احمد" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک دوسرے آدمی کا اقامت کہنا جائز نہیں ہے چاہے موذن راضی ہو یا نہ ہو اور یہ حضرت زیاد بن حارث صدائی کی روایت سے استدلال کرتے ہیں

"اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما کان اول الصبح امرنی فاذنت ثم قام الی الصلوۃ فجاء بلال لیقیم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اخا صداء اذن ومن اذن فھو یقیم" زیاد بن حارث صدائی فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا جب صبح کی ابتداء ہوئی تو مجھے حکم فرمایا پس میں نے اذان دی پھر نماز کیلئے کھڑے ہوئے تو حضرت بلال اقامت کہنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھارے بھائی زیاد صدائی نے اذان دی ہے اور جو اذان دے وہی اقامت کہتا ہے

2: دوسرے گروہ میں "امام ابوحنیفہ، امام مالک، اصحاب ظواہر" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک موذن کے علاوہ دوسرے آدمی کیلئے اقامت کہنا جائز ہے اور یہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ جو انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی اور انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی اس سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"انہ حین اری الاذان امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلالا فاذن ثم امر عبداللہ فاقام"

"حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ جب ان کو خواب میں اذان دکھائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا انہوں نے اذان دی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ کو حکم دیا انہوں نے اقامت کہی

عقلی دلیل: نظر و فکر کا تقاضا یہ ہے کہ ہم نے دیکھا کہ نماز کی طرف بلانے والے اسباب مثلاً اذان اور اقامت نماز سے پہلے ہیں اور یہ تمام نمازوں میں ہیں جمعۃ المبارک میں نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا لازمی ہے گویا وہ بھی نماز کا ایک حصہ ہے اور وہی شخص خطبہ پڑھتا ہے جو نماز پڑھاتا ہے دونوں کے لئے الگ الگ آدمی ہو یا ضروری نہیں ہے لیکن اقامت نماز کا ایک سبب ہونے کے باوجود ضروری نہیں کہ جو شخص نماز پڑھاتا ہے وہی اقامت بھی کہے تو جب اقامت اذان کی نسبت نماز کے زیادہ قریب ہے اور نماز و اقامت کیلئے الگ الگ آدمی ہو سکتے ہیں تو اذان اس سے دور ہے اس کے لئے بھی الگ آدمی ہو سکتا ہے

(6) "باب ما یستحب للرجل ان یقولہ اذا سمع الاذان"

سوال: موذن کی اذان سن کر سننے والا اذان کا جواب کس طرح اور کن الفاظ کے ساتھ دے اختلاف آئمہ تحریر کریں؟

جواب: اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1: پہلے گروہ میں "امام شافعی، امام مالک، امام احمد کا ایک قول" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک

المجیب (جواب دینے والا) تمام کلمات کے اندر موذن کی طرح کہے گا اور یہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں
"أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا سمع المؤذن یقول مثل ما یقول حتی یسکت"
"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب موذن سے اذان سنتے تو اسی طرح فرماتے جیسے وہ کہتا جاتا یہاں تک
کہ وہ خاموش ہو جاتا"
حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں "سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول"
"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے سنا کہ جب تم موذن کو سنو تو تم اسی طرح کہو جیسا وہ کہتا ہے"
۲:- دوسرے گروہ ہیں "امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام احمد کا ایک قول" شامل ہے ان حضرات کے نزدیک
حیعلتین کے علاوہ باقی تمام کلمات کا جواب موذن کی طرح کہے گا حیعلتین میں حوقلہ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)
پڑھے گا اور یہ حضرت ابورافع کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمع المؤذن قال مثل ما قال واذا قال حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح قال لاحول ولاقوۃ الا باللہ"
"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب موذن سے اذان سنتے تو اسی طرح کہتے جاتے جیسے وہ کہتا جاتا اور جب وہ کہتا
حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لاحول ولاقوۃ الا باللہ فرماتے

فریق ثانی کا جواب:- "فقولوا مثل ما یقول" کی مراد یہ ہو کہ وہ کلمات کہو جن سے موذن نے ابتداء کی ہے اور
وہ تکبیر و شہادتین ہیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں انہی کو مقصود قرار دیا گیا ہے
"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تشھد المؤذن فقولوا مثل ما یقول"

دوسرا اختلاف:- موذن کا جواب واجب ہے یا مستحب
۱:- احناف اور اہل ظواہر کے نزدیک واجب اور یہ "قولوا مثل ما یقول" والی روایت سے استدلال
کرتے ہیں
۲:- آئمہ ثلاثہ اور خود امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مستحب ہے اور یہ حضرت عبداللہ کی روایت سے استدلال
کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم سفر میں تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
موذن کو اذان دیتے ہوئے سنا کہ وہ کہہ رہا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ فطرت (اسلام)
پر ہے پھر موذن نے اشھد ان لا الہ الا اللہ پکارا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آگ سے بری ہو گیا
تو اس سے ثابت ہوا کہ "قولوا مثل ما یقول" سے لزوم و وجوب نہیں بلکہ مستحب ہے اور فضیلت و خیر کا
حصول ہے

1

(7) "باب الجمع بین الصلوتین کیف هو"

سوال:۔ کیا دو وقت کی نمازیں ایک وقت میں جمع کرنا جائز ہے یا نہیں اختلاف ائمہ تحریر کریں؟

جواب:۔ اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1:۔ پہلا گروہ میں "امام شافعی، امام مالک، امام احمد، عطاء ابن رباح وغیرہ" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک جمع بین الصلوتین جائز ہے پھر آگے ایک اور اختلاف ہے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حالتِ عذر میں جبکہ باقی کے نزدیک ہر صورت جمع بین الصلوتین جائز ہے اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یجمع بین الصلوتین فی السفر"

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو جمع فرما لیتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں "صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الظهر والعصر جمیعا والمغرب والعشاء جمیعا فی غیر خوف ولا سفر"

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ظہر اور عصر اکٹھی اور مغرب اور عشاء اکٹھی پڑھائیں ان حالات میں نہ کوئی خوف تھا اور نہ وہ حالت سفر تھی

2:۔ دوسرے گروہ میں "احناف، ائمہ ثلاثہ، حسن بصری" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک جمع حقیقی علی الاطلاق جائز نہیں ہے اور یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر یؤخر الظهر ویقدم العصر ویؤخر المغرب ویقدم العشاء"

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم کرتے اور مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم کرتے

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں "ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی صلاۃ قط فی غیر وقتها الا انه جمع بین الصلاتین بجمع وصلی الفجر یومئذ لغیر میقاتها"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے غیر وقت میں نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں مزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع فرمایا اور مزدلفہ کی صبح کو فجر کی نماز عام وقت سے مختلف پڑھی

عقلی دلیل:۔ نظر و فکر کا تقاضا یہ ہے کہ فجر کی نماز کے بارے میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ فجر کی نماز کو وقت سے مقدم کرنا یا مؤخر کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس کا وقت اس کے لئے خاص ہے اسی وقت کے اندر ادا کرنا لازم ہے تو نظر کا تقاضا یہ ہے کہ تمام نمازوں کا حکم یہی ہو کہ ہر نماز کو اپنے ہی وقت پر ادا کرنا لازم ہو اور اپنے وقت سے مقدم کرنا یا مؤخر کرنا جائز نہ ہو

(8) باب رفع الیدین فی افتتاح الصلوۃ الی این یبلغ بهما

سوال:۔ تکبیر تحریمہ میں ہاتھ کہاں تک اٹھائیں۔ اختلاف ائمہ تحریر کریں؟

جواب:۔ اس مسئلہ کے بارے میں تین گروہ ہیں

1:۔ پہلا گروہ میں بعض مالکیہ، امام احمد بن حنبل کی ایک روایت" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک بوقت تکبیر تحریمہ

رفع یدین علی الاطلاق مسنون ہے اور کہاں تک اٹھانا مسنون ہے اس کی کوئی حد نہیں اور یہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ھیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ھیں

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام الی الصلوٰۃ رفع یدیہ مدًّا"

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کھینچ کر اوپر اٹھاتے

2:۔ دوسرے گروہ ھیں "امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل کا قول مشہور" شامل ھے ان حضرات کے نزدیک بوقت تکبیر تحریمہ مونڈھوں (کندھوں) تک رفع یدین مسنون ہے اور یہ حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ھیں آپ فرماتے ھیں "عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان اذا قام الی الصلوٰۃ المکتوبۃ کبّر ورفع یدیہ حذو منکبیہ"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فرض نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر کرتے

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ھیں "رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ یرفع یدیہ حتی یحاذی بھما منکبیہ" کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز شروع فرماتے تو ہاتھوں کو بلند فرماتے کہ کندھوں کے برابر ہو جاتے

نوٹ: حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت جو پہلے گروہ والوں نے دلیل دی ہے اس میں مطلقاً بلند کرنے کا تذکرہ ہے جبکہ ان احادیث میں کندھوں کے برابر ہاتھ بلند کرنے کا ذکر ہے اسلئے کندھوں تک بلند کرنا مسنون ہے

3:۔ تیسرے گروہ ہیں "امام اعظم ابوحنیفہ، سفیان ثوری، ابراہیم نخعی" شامل ھیں ان حضرات کے نزدیک بوقت تکبیر تحریمہ اذنین تک رفع یدین مسنون ھیں اور یہ حضرت براء بن عازب کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ھیں

"کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبّر لافتتاح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی یکون ابھاماہ قریبا من شحمتی اذنیہ"

"کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب افتتاح نماز کیلئے تکبیر فرماتے تو ہاتھوں کو اتنا بلند فرماتے کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہو جاتے"

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ھیں "رأیتُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین یکبّر للصلوٰۃ یرفع یدیہ حیال اذنیہ"

"کہ جناب رسول اللہ کو میں نے دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر افتتاح کہتے تو اپنے ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھاتے

حاصل روایات:۔ یہ ہوا کہ کندھوں تک اٹھانا اس وقت تھا کہ جب ان کے ہاتھ چادروں میں تھے یعنی موسم سرما تھا اور جب کپڑوں میں ہاتھ نہ تھے بلکہ موسم گرما تھا تو وہ اپنے ہاتھ کانوں کے برابر اٹھاتے تھے

(9) باب القراءۃ خلف الامام

س: قراءت خلف الامام جائز ہے یا نہیں؟ اختلاف ائمہ تحریر کریں

جواب: اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1: پہلے گروہ میں "امام شافعی امام مالک امام احمد بن حنبل" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک قراءت خلف الامام جائز ہے پھر اختلاف ہے وجوب اور مستحب میں امام شافعی کے نزدیک واجب جبکہ باقیوں کے نزدیک مستحب ہے اور یہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ الفجر فتعایت علیہ القراءۃ فلما سلم قال "اتقرؤن خلفی قلنا نعم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال" فلا تفعلوا الا بفاتحۃ الکتاب فانہ لا صلاۃ لمن لم یقرأبھا"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قراءت گراں ہوئی جب سلام پھیرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میرے پیچھے پڑھتے ہو تو انہوں نے جواب میں عرض کیا جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا ایسا مت کرو سوائے فاتحۃ الکتاب کے اس لئے کہ اس کی نماز نہیں جس نے فاتحہ نہ پڑھی

2: حضرت عائشہ صدیقہ روایت کرتی ہیں "سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول" کل صلاۃ لم یقرأ فیھا بام القران فھی خداج"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر وہ نماز جس میں فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نقص والی ہے

2: دوسرے گروہ میں "امام ابو حنیفہ سفیان ثوری ابراہیم نخعی" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک قراءت خلف الامام جائز نہیں ہے اور یہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا قرأ فانصتوا"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "امام اس لئے بنایا گیا ہے تاکہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ پڑھے تو تم خاموش رہو

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں " ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال "من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ"

"کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا امام ہو تو امام کی قراءت اس کی قراءت ہے

عقلی دلیل: نظر و فکر کا تقاضا یہ ہے تو ہم نے دیکھا کہ تمام ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ جب امام رکوع کی حالت میں ہو اور کوئی آنے والا تکبیر تحریمہ کہہ کر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو جائے اور قراءت نہ کرے تو آنے والے کے حق میں یہ رکعت صحیح مانی جاتی ہے اگرچہ اس نے قراءت نہ کی ہو اور اس کی اس رکعت کا صحیح ہو جانا اور قراءت کا اس سے ساقط ہو جانا دو احتمال رکھتا ہے 1 فوت رکعت کے خوف اور ضرورت کی بناء پر صحیح مانی جاتی ہے 2 امام کے پیچھے قراءت لازم نہیں ہے اس لئے صحیح ہو جاتی ہے اب ترجیح بیان کی جاتی ہے

کہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام کے رکوع میں ہونے کی حالت میں آنے والا بحالت قیام تکبیر تحریمہ کہے بغیر اگر رکوع میں چلا جائے اور امام کے ساتھ شریک ہو جائے تو اس کی نماز نہیں ہوتی نہ وہ رکعت ہوتی ہے اور نہ پوری نماز حالانکہ قیام و تکبیر کو فوت رکعت کے خوف اور ضرورت کی وجہ سے اس نے ترک کر دیا ہے

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر تحریمہ اور قیام حالت ضرورت اور غیر ضرورت دونوں صورتوں میں لازم ہیں اور ہر حالت میں یکساں حکم رکھتے ہیں اور فرائض میں سے ہیں جن کے بغیر نماز نہیں ہوتی اگر فوت رکعت ہو اور قرأت کے بارے علماء کا اجماع ثابت ہو چکا ہے کہ آنے والے اگر قرأت ترک کر کے بحالت قیام تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں شریک ہو جائے تو اس کی نماز ہو جاتی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ فریضۂ قرأت دیگر فرائض کی طرح نہیں اور جب دیگر فرائض بحالت ضرورت و غیر ضرورت ہر حال میں یکساں حکم رکھتے ہیں اور حالت ضرورت اور غیر ضرورت میں ساقط نہیں ہوتے تو فریضۂ قرأت جو بالکل مخالف ہے اس کا حکم بھی مخالف پہلو میں یکساں ہونا چاہیے کہ فوت رکعت کی ضرورت اور غیر ضرورت دونوں صورتوں میں ساقط ہو جایا کرے تو دوسری دلیل اور احتمال ترجیح پا جائے گا اور قرأت خلف الامام جائز نہیں ہے

(15) باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع هل مع ذلک رفع ام لا"

س:- کیا رکوع، سجدہ اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین ہے؟ اختلاف آئمہ تحریر کریں

جواب:- اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1:- پہلے گروہ میں "امام شافعی، امام احمد بن حنبل، عطاء ابن رباح" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک تکبیر رکوع، تکبیر سجود اور رکوع و قعدہ سے قیام کی طرف انتقال کے وقت رفع یدین لازم ہے اور یہ حضرات عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوۃ یرفع یدیہ حتی یحاذی بهما منکبیه واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع ولا یرفع بین السجدتین"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ ان کو اپنے کندھوں کے برابر کر دیتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور جب اس سے اٹھتے تو ہاتھ اٹھاتے اور دو سجدوں کے درمیان ہاتھ نہ اٹھاتے۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں

"عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قام الی الصلوۃ المکتوبة ورفع یدیه حذو منکبیه ويصنع مثل ذلك اذا قضى قراءته اذا اراد ان یرکع ويصنعه اذا فرغ ورفع من الرکوع ولا یرفع یدیه فی شیء من صلاته وهو قاعد واذا قام من السجدتین رفع یدیه کذلك وکبر"

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فرض نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور اپنے ہاتھوں کو کندھوں کے برابر بلند کرتے اور اسی طرح کرتے جبکہ اپنی قرأت پوری کر چکے ہوتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو اس وقت کرتے اور جب فارغ ہوتے رکوع سے اور رکوع سے سر اٹھاتے اور اپنی نماز میں کسی جگہ بھی ہاتھ نہ اٹھاتے جب کہ قعدہ کرتے اور جب دونوں سجدوں سے اٹھتے تو اسی طرح ہاتھ بلند کرتے اور تکبیر کہتے

2:- دوسرے گروہ میں "امام ابوحنیفہ، امام مالک، سفیان ثوری" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی کہیں بھی رفع یدین جائز نہیں اور یہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر افتتاح کے وقت رفع یدین کرتے پھر اس کے بعد ہاتھ نہ اٹھاتے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں "کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر لافتتاح الصلوۃ رفع یدیہ حتی یکون ابھاماہ قریبًا من شحمتی اذنیہ ثم لا یعود

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے شروع میں تکبیر فرماتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہو جاتے پھر رفع یدین کو نہ لوٹاتے

موقف ثانی کا جواب:- حضرت کلیب نے اپنے والد سے نقل کیا "ان علیا رضی اللہ عنہ کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ من الصلوۃ ثم لا یرفع بعد

"کہ جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے اس کے بعد پھر نماز میں ہاتھ نہ اٹھاتے

عقلی دلیل:- نظر و فکر کا تقاضا یہ ہے کہ ہم نے غور کیا تو ہم نے دیکھا کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین میں متفق ہیں باقی میں اختلاف۔ پھر ہم نے تکبیرات میں غور کیا کہ کون کس کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے تو تکبیر افتتاح تو نماز کا ایسا جز ہے کہ جس کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور تکبیر سجدتین اس طرح نہیں کیونکہ وہ سنت ہے اگر اس کو ترک کر دیا جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی اب رکوع کی تکبیریں اور اٹھنے کی تکبیریں بھی نماز کا ایسا جز نہیں جن کے بغیر نماز نہ ہو کیونکہ یہ بھی سنت ہیں جیسا کہ تکبیر بین السجدتین ہیں تو یہ دونوں اسی کی مثل ہوں گی صرف تکبیر ہوگی رفع یدین نہ ہوگا

(11)

"باب الامام یقول سمع اللہ لمن حمدہ ھل ینبغی لہ ان یقول بعدھا ربنا ولک الحمد ام لا"

س:- تحمید و تسمیع میں امام و مقتدی کا وظیفہ کیا ہے؟

جواب:- اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1:- پہلے گروہ میں "امام ابوحنیفہ، امام مالک، سفیان ثوری، امام احمد کی ایک روایت" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک امام صرف "سمع اللہ لمن حمدہ" اور مقتدی صرف "ربنا ولک الحمد" کہے گا اور یہ حضرت ابوموسیٰ اشعری کی روایت سے استدلال کرتے ہیں

"علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوۃ فقال اذا کبر الامام فکبروا واذا رکع فارکعوا واذا سجد فاسجدوا واذا قال "سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا ولک الحمد یسمع اللہ لکم"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سکھائی اور فرمایا جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو رکوع کرو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو۔ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو اللھم ربنا ولک الحمد" کہو اللہ تعالیٰ تمہاری فریادوں کو سننے والا ہے

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال "اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولوا اللھم ربنا لک الحمد فانہ من وافق قولہ قول الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے تو تم "ربنا ولک الحمد" کہو، جس کا قول ملائکہ کے قول کے موافق ہو تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے

2:- دوسرے گروہ میں "امام شافعی، امام ابو یوسف، عامر شعبی" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک امام "سمع اللہ لمن حمدہ" اور "ربنا ولک الحمد" دونوں کہے گا اور مقتدی صرف "ربنا لک الحمد" کہے گا اور یہ حضرت علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنہ کان اذا رفع رأسہ من الرکوع قال "اللھم ربنا لک الحمد ملء السماء وملء الارض وملء ما شئت من شیء بعد" کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنا سر مبارک رکوع سے اٹھاتے تو اس طرح فرماتے "اللھم ربنا لک الحمد الخ"

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل روایت ہے اور مقتدی کے بارے میں حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

"قال أنا أشبھکم صلاۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ قال اللھم ربنا لک الحمد"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ مشابہت کرنے میں تم سے زیادہ ہوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے تو اللھم ربنا لک الحمد کہتے

عقلی دلیل:- نظر و فکر کا تقاضا یہ ہے کہ اس بات پر تمام اتفاق ہے کہ جو شخص اکیلے نماز ادا کرے وہ "سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد" کہے اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ امام منفرد کا حکم یکساں ہے یا مختلف چنانچہ سوچ و بچار سے معلوم ہوا کہ امام رکوع، سجود، تشہد تمام افعال میں منفرد جیسے کرتا ہے اور احکام میں بھی یکساں ہے اور ان حالات میں بھی جو مختلف اوقات میں امام پر طاری ہوتی ہیں جیسے نماز کو فاسد کرتی ہیں اور سجدہ "سہو لازم کرتی ہیں وغیرہ ان میں منفرد امام برابر ہیں مقتدی کی حالت ان سے مختلف ہے جب یہ بات بالاتفاق ثابت ہے کہ اکیلے نماز پڑھنے والا سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہے گا تو اس سے خود ثابت ہو گیا کہ امام بھی یہ دونوں کلمات کہے گا

(12) "باب القنوت فی صلاۃ الفجر وغیرھا"

س:- فجر میں قنوت مشروع ہے یا نہیں؟ اختلاف آئمہ تحریر کریں؟

جواب:- اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1:- پہلے گروہ میں "امام شافعی، امام مالک" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک فجر میں پورے سال قنوت مشروع ہے اور یہ حضرت براء بن عازب کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقنت فی الصبح والمغرب"

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح اور مغرب میں قنوت پڑھتے تھے

اور حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں "صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یزل یقنت فی صلاۃ الغداۃ حتی فارقتہ

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں نے نماز ادا کی آپ جب تک دنیا سے چلے نہیں گئے نماز صبح میں قنوت پڑھتے رہے"

2:- دوسرے گروہ میں "امام ابو حنیفہ، حنابلہ، سفیان ثوری" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک فجر میں قنوت مشروع نہیں البتہ کفار سے حملہ کے وقت بددعا کیلئے قنوت نازلہ عارضی طور پر مشروع ہے اور یہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"لم يقنت النبي صلى الله عليه وسلم الا شهرا لم يقنت قبله ولا بعده"

"کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قنوت پڑھی اس سے پہلے اور بعد نہیں پڑھی"

اور حضرت ابو مجلز سے روایت ہے "صليت خلف ابن عمر رضي الله عنه الصبح فلم يقنت فقلت الكبر يمنعك؟ فقال: ما أحفظه عن احد من أصحابي"

"کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی انہوں نے قنوت نہ پڑھی تو میں نے کہا کیا بڑھاپے کی وجہ سے آپ نے قنوت نہیں پڑھی تو فرمانے لگے مجھے تو اپنے ساتھیوں میں سے کسی کے متعلق یاد نہیں کہ وہ قنوت پڑھتا ہو"

عقلی دلیل:- ہم نے غور کیا کہ ظہر اور عصر میں حالت محاربہ اور غیر محاربہ کسی بھی حالت میں بالاتفاق قنوت کا ثبوت نہیں ہے اور فجر، مغرب اور عشاء میں حالت عدم محاربہ میں قنوت کا ثبوت نہیں ہے اور حالت محاربہ میں اختلاف ہے لہذا مسئلہ اختلافی کو مسئلہ اجماعی پر قیاس کرنا زیادہ بہتر ہوگا اور مسئلہ اجماعی ظہر اور عصر میں قنوت نہیں ہے لہذا ان پر قیاس کرتے ہوئے فجر مغرب اور عشاء کسی بھی نماز میں قنوت کا ثبوت نہیں

(13) "باب صفة الجلوس في الصلوٰة كيف هو"

س:- نماز میں بیٹھنے کی کیفیت کیا ہو گی؟ اختلاف آئمہ تحریر کریں؟

جواب:- اس مسئلہ کے بارے میں تین گروہ ہیں

1:- پہلے گروہ میں "امام مالک، امام یحییٰ ابن سعید" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک قعدہ اولیٰ و اخرہ اور جلسہ بین السجدتین میں سے ہر ایک میں تورک مسنون ہے اور یہ حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں "أن القاسم بن محمد أراهم الجلوس فنصب رجله اليمنى و ثنى رجله اليسرى وجلس على وركه اليسرى ولم يجلس على قدميه"

"کہ جناب قاسم بن محمد نے ہمیں تشہد میں بیٹھنا دکھایا پس انہوں نے دایاں پاؤں کھڑا کیا اور بایاں پاؤں موڑ کر دوسرا کیا اور بائیں سرین کو زمین پر ٹیک کر بیٹھ گئے اور دونوں قدموں کے زور پر نہ بیٹھے پھر کہنے لگے یہ کیفیت مجھے عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کر کے دکھلائی ہے اور ساتھ یہ بھی کہا کہ میرے والد عبد اللہ اسی طرح کرتے تھے

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں "انما سنۃ الصلاۃ أن تنصب رجلک الیمنی وتثنی الیسری"

ج:۔ دوسرے گروہ میں "امام شافعی، امام احمد بن حنبل" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک قعدہ اخیرہ میں تورک مسنون ہے اور قعدہ اولیٰ اور جلسہ میں میں دائیں پیر کو کھڑا کر کے بائیں پیر کو بچھا کر اسی پر بیٹھنا مسنون ہے اور یہ حضرت ابو حمید کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"أنا أعلمکم بصلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا: لم فواللہ ما کنت أکثرنا لہ تبعۃ ولا أقدمنا لہ صحبۃ فقال بلی قالوا فاعرض فذکر انہ کان فی الجلسۃ الاولی یثنی رجلہ الیسری فیقعد علیہا حتی اذا کانت السجدۃ التی یکون فی آخرھا التسلیم أخر رجلہ الیسری وقعد متورکا علی شقہ الایسر قال فقالوا جمیعا صدقت"

"ابو حمید کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو تم میں سے میں سب سے زیادہ جاننے والا ہوں انہوں نے کہا کیوں اللہ کی قسم آپ کی اتباع میں تم ہم سے بڑھنے والے نہیں ہو اور صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ہم سے مقدم نہیں ہو انہوں نے کہا کیوں نہیں وہ ابو حمید سے کہنے لگے بہر حال جو کچھ ہے تم حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا تذکرہ کرو ابو حمید کہنے لگے جلسہ اولیٰ میں آپ اپنے بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے جب آپ قعدہ اخیرہ کرتے تو بائیں پاؤں کو مؤخر کرتے اور زمین پر اپنی سرین کے سہارے سے بائیں طرف بیٹھ جاتے تو ان تمام نے کہا تم نے سچ کہا

ثانی کا جواب:۔ پہلے گروہ کی روایات میں عبداللہ ابن عمر کے قول "السنۃ" میں دو احتمال ہیں کہ سنت سے مراد رسول اللہ کی سنت ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کی ہو

ج:۔ تیسرے گروہ میں "امام ابو حنیفہ، سفیان ثوری" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک قعدہ اولیٰ و اخیرہ اور جلسہ بین السجدتین میں سے ایک میں دائیں پیر کو کھڑا رکھ کر کے بائیں پیر کو بچھا کر اس پر بیٹھنا مسنون ہے اور یہ حضرت وائل بن حجر کی روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت لأحفظن صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فلما قعد للتشہد فرش رجلہ الیسری ثم قعد علیہا ووضع کفہ الیسری علی فخذہ الیسری ووضع مرفقہ الایمن علی فخذہ الیمنی ثم عقد أصابعہ وجعل حلقۃ الابہام والوسطی ثم جعل یدعو بالاخری" کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے میں نے نماز ادا کی اور میں نے عزم کیا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز خوب یاد کروں گا کہتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کے لئے قعدہ کیا تو بائیں پاؤں کو بچھایا پھر اس پر بیٹھ گئے اور بائیں ہتھیلی کو بائیں ران پر رکھا اور دائیں ہاتھ کو دائیں ران پر رکھا اپنی انگلیوں کو ہتھیلی سے ملا کر عقد کیا اور انگوٹھے اور درمیانی انگلی کا حلقہ بنایا اور سبابہ سے دعا کا اشارہ کرنے لگے

عقلی دلیل:۔ قعدہ اولیٰ نماز کا حصہ ہے اس پر غور کیا کہ جب اس میں بالاتفاق بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھتے ہیں اب رہا قعدہ اخیرہ جس میں اختلاف کیا گیا تو اس کی دو حالتیں ہیں یا وہ فرض ہے یا سنت اگر وہ سنت ہے تو اس کا حکم قعدہ اولیٰ جیسا ہوگا اور اگر وہ فرض ہے تو اس کا حکم جلسہ جیسا ہونا چاہیے تو دونوں صورتوں میں یہ تیسرے گروہ کے قول کے موافق ہے
حضرت ابراہیم سے نقل کیا ہے مغیرہ نے " انه كان يستحب اذا جلس الرجل في الصلاة أن يفرش قدمه اليسرى على الارض ثم يجلس عليها"
"کہ حضرت ابراہیم نخعی اس مستحب قرار دیتے تھے کہ آدمی جب نماز میں بیٹھے تو بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھے (گویا پاؤں پر)"

(15) باب التشہد فی الصلوٰۃ کیف ھو" (14)

سوال:۔ قعدہ اولیٰ اور ثانیہ میں تشہد پڑھنا واجب ہے یا مسنون؟ اختلاف ائمہ تحریر کریں؟
جواب:۔ اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں
1:۔ پہلے گروہ میں " امام مالک، ابن شہاب زہری شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک دونوں میں تشہد پڑھنا مسنون ہے اور تشہد عمر رضی اللہ عنہ زیادہ افضل ہے اور یہ حضرت عبد الرحمن بن عبد القاری کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں " انه سمع عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ يعلم الناس التشهد على المنبر وهو يقول قولوا: التحيات لله الزاكيات لله الصلوات لله السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلى عباد الله الصالحين اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله"
"کہ میں نے جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا وہ منبر پر لوگوں کو تشہد کی تعلیم دے رہے تھے تم اس طرح کہو "التحیات للہ ۔۔الی آخر" اور یہی حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ بھی اسی طرح تشہد پڑھتے تھے
2:۔ دوسرے گروہ میں " امام ابو حنیفہ، امام شافعی امام احمد بن حنبل شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک کچھ اختلاف ہے امام مالک کے ہاں دونوں میں پڑھنا واجب ہے جبکہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک قعدہ اولیٰ میں مسنون اور قعدہ اخیرہ میں واجب ہے لیکن کتب احناف میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک قعدہ اولیٰ میں تشہد واجب ہے اور صیغہ تشہد پڑھنے میں اختلاف ہے
امام شافعی کے نزدیک تشہد ابن عباس افضل ہے اور وہ حضرت سعید بن جبیر کی روایت سے استدلال کرتے ہیں
"عن ابن عباس رضی اللہ عنہما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمنا التشهد كما يعلمنا القرآن فكان يقول " التحيات المباركات الصلوات الطيبات لله السلام عليك ايها النبي ۔۔۔۔ الى آخر " کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تشہد اس طرح سکھاتے جیسے قرآن اور کہتے فرماتے " التحیات المبارکات ۔۔۔۔ الی آخر "

امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک تشہد ابن مسعود افضل ہے اور یہ حضرت ابن مسعود کی روایت سے استدلال کرتے
ہیں آپ فرماتے ہیں "کنا اذا صلینا خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلنا السلام علی اللہ السلام علی جبرائیل
السلام علی میکائیل فالتفت الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لا تقولوا السلام علی اللہ فان اللہ ھو السلام
ولکن قولوا التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ــــــ عبدہ ورسولہ
"کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جب ہم نے نماز پڑھی تو ہم نے کہا "السلام علی اللہ ــــــ میکائیل
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے پھر فرمایا کہ تم نہ کہو "السلام علی اللہ" بے شک اللہ کی ذات
السلام ہے بلکہ تم کہو "التحیات للہ ــــــ الی آخر"

ماحصل: تشہد عمر رضی اللہ عنہ یا ابن عمر رضی اللہ عنہما والی روایت موقوف ہے اور تشہد ابن عباس اور ابن مسعود
والی روایات مرفوع ہیں پس موقوف روایت مرفوع کے مقابلے میں مستدل نہیں ہو سکتی باقی تشہد ابن عباس اور
ابن مسعود کے بارے میں تو ابن عباس میں تشہد ابن مسعود کے مقابلہ میں کچھ الفاظ زائد ہیں اور قاعدہ یہ ہے
"الزائد اولی من الناقص" اس لئے تشہد ابن عباس ہی زیادہ افضل اور اولی ہو گا۔

(15) "باب الوتر"

س: وتر کی نماز میں کتنی رکعتیں ہیں اور ایک سلام یا دو سلام کے ساتھ؟ اختلاف ائمہ تحریر کریں

جواب: اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1: پہلے گروہ میں "عطاء بن رباح، قتادہ" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک وتر کی نماز صرف
ایک رکعت ہے اور یہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
"عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال "الوتر رکعۃ من آخر اللیل"
"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ وتر رات کے آخر میں ایک رکعت ہے"
ابو مجلز نے نقل کیا ہے "سألت ابن عباس رضی اللہ عنہما عن الوتر فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول "رکعۃ من آخر اللیل"
"کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وتر کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے فرماتے سنا "کہ وتر رات کے
آخر میں ایک رکعت ہے"

2: دوسرے گروہ میں ائمہ اربعہ شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک وتر کی نماز میں تین رکعت
ہیں ان میں اختلاف سلام کے حوالے سے ہے احناف کے نزدیک ایک سلام کے ساتھ ہے جبکہ باقی ائمہ ثلاثہ
کے نزدیک وتر کی تین رکعت دو سلام کے ساتھ ادا کی جائیں گی اور یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ
کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

آئمہ ثلاثہ کے دلائل:

"ان رجلا سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن صلاۃ اللیل فقال مثنی مثنی فاذا خشیت الصبح فصل رکعۃ توتر لک صلوتک"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک آدمی نے رات کی نماز کی کیفیت اور تعداد کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا مثنی مثنی (دو دو پڑھتے رہو) جب صبح کا خدشہ ہو تو ایک رکعت پڑھو جو تیسری ان رکعتوں کو طاق بنا دے (یعنی دو کے ساتھ تیسری ملا لو یہ وتر بن جائیں گے) اب احناف کے دلائل

حضرت نافع روایت کرتے ہیں "أن عبد اللہ بن عمر کان یسلم بین الرکعۃ والرکعتین فی الوتر حتی یامر ببعض حاجتہ"

"کہ حضرت ابن عمر دو رکعتوں اور اس رکعت کے درمیان سلام پھیرتے یہاں تک کہ اپنی بعض حاجات کا حکم فرماتے

حضرت عامر شعبی روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس اور ابن عمر سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کی کیفیت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا "ثلاث عشرۃ رکعۃ ثمان ولوتر ثلاث ورکعتین بعد الفجر"

"کہ تیرہ رکعت ہوتی تھیں آٹھ اور تین وتر اور فجر کے بعد دو رکعت"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں "کان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یسلم فی رکعتی الفجر"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام نہ پھیرتے تھے"

عقلی دلیل:۔ ہم نے غور و فکر کیا کہ وتر دو حال سے خالی نہیں ہوگا یا تو از قبیل فرائض میں سے ہوں گے یا سنت میں تو ہم نے دیکھا کہ وتر یا تو ایک ہے یا تین اور سنن یا تو ثنائیہ ہیں یا رباعیہ اور وتر کا دو یا چار کے مشابہ نہ ہونا ثابت ہو چکا ہے ہم نے فرائض میں دیکھا کہ وہ تین اقسام پر ہیں! دو رکعت والے ۲ چار رکعت والے ۳ تین رکعت والے اور تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ وتر دو رکعت یا چار رکعت والے نہیں ہو سکتے تو لامحالہ تین رکعت والی نماز فرض یعنی مغرب کی نماز کے مشابہ قرار دینا لازم آئے گا اور مغرب کی نماز تین ہی رکعت ہیں اور ایک سلام کے ساتھ ہیں اس لئے وتر کی تین رکعت ایک سلام کے ساتھ ہوں گی

(16) "باب الاستسقاء کیف ھو وھل فیہ صلوۃ ام لا"

س:۔ نماز استسقاء کی حقیقت کیا ہے؟ اختلاف آئمہ تحریر کریں؟

جواب:۔ اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1:۔ پہلے گروہ میں "امام ابو حنیفہ" شامل ہیں آپ کے نزدیک استسقاء کے لئے نماز مقرر نہیں ہے بلکہ دعا اور استغفار کا نام دعا ہے اور آپ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"کہ ایک آدمی جمعہ کے دن مسجد میں منبر کے سامنے والے دروازے سے داخل ہوا اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے خطبہ دے رہے تھے وہ سیدھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حال تباہ ہوگئے اور منقطع ہوگئے یعنی جانور بھوک کی وجہ سے سواری کے قابل نہ رہے پس آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں

کہ وہ ہمیں بارش عنایت فرمائیں "فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدیہ ثم قال اللھم اسقنا" پس جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ ہمیں رحمت سے سیراب کر دے حضرت انس رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں اللہ کی قسم آسمان میں اس وقت کوئی بادل نہ تھا نہ چھوٹا نہ بڑا اور نہ ہی ہمارے اور جبل سلع کے درمیان

کوئی گھر یا عمارت حائل تھی انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سلع کی پچھلی جانب ڈھال جیسا بادل رونما ہوا جب وہ آسمان کے

درمیان میں پہنچ گیا تو پھیل گیا اور بارش شروع ہوگئی۔۔۔ الی آخرہ

2:۔ دوسرے گروہ میں "امام شافعی، امام مالک، امام احمد، امام ابو یوسف، امام محمد" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک نماز کیلئے استسقاء

نماز باجماعت مشروع و مسنون ہے اور یہ حضرت عبداللہ بن زید کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج إلى المصلّى فاستسقى فقلب رداءہ واستقبل القبلۃ"

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف نکلے اور بارش کیلئے نماز ادا کی اور تحویل ردا فرمائی اور قبلہ کی طرف رخ کر کے (دعا فرمائی)

حضرت عباد بن تمیم اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں "خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاستسقى فقلب رداءہ

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے نماز استسقاء ادا کی اور قلب ردا فرمائی"

اختلاف:۔ اب پھر اختلاف ہے نمبر 2 گروہ میں امام شافعی کے نزدیک صلوٰۃ عید

کی طرح تکبیرات زوائد کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور نماز کے بعد دو خطبے دیے جائیں اور امام مالک امام محمد اور

امام ابو یوسف بغیر تکبیرات زوائد کے نماز پڑھی جائے جبکہ امام احمد بن حنبل کے نزدیک عید کی طرح تکبیرات زوائد

کے ساتھ نماز پڑھی جائے لیکن نماز کے بعد دو خطبے نہیں بلکہ ایک خطبہ مسنون ہے ان تمام کے نزدیک مگر امام شافعی

عقلی دلیل:۔ یہ ہے کہ خطبہ جمعہ اور خطبہ عیدین میں سے کس کے ساتھ صلوٰۃ استسقاء کو مشابہت

حاصل ہے تو ہم نے غور کیا کہ خطبہ جمعہ فرض ہے اس کے بغیر نماز جمعہ صحیح نہیں ہوتی اور خطبہ عیدین فرض نہیں ہے

اس کے بغیر نماز صحیح ہوتی ہے اور خطبہ جمعہ نماز سے پہلے جبکہ خطبہ عیدین نماز کے بعد ہوتا ہے اور صلوٰۃ الاستسقاء

بھی بغیر خطبہ کے صحیح ہو جاتی ہے جس طرح عیدین میں خطبہ کا ترک کرنا خلاف سنت ہے اسی طرح استسقاء میں

خلاف سنت ہو سکتی ہے تو معلوم ہوا خطبہ استسقاء کو خطبہ عیدین کے ساتھ مشابہت حاصل ہے نہ کہ جمعہ کے ساتھ

لہذا جس طرح خطبہ عیدین نماز کے بعد ہوتا ہے اسی طرح خطبہ استسقاء بھی نماز کے بعد ہوتا ہے

اور یہ دلیل ان کے اختلاف کے بارے میں ہے جو خطبہ قبل الصلوٰۃ کے قائل ہیں اور ان میں "لیث بن سعد، ابان

بن عثمان" شامل ہیں ان کے نزدیک جمعہ کی طرح قبل الصلوٰۃ دو خطبے ہیں

(17) "باب القیام فی شہر رمضان هل هو فی المنازل افضل ام مع الامام"

س :- تراویح گھر میں افضل ہیں یا امام کے ساتھ ؟ اختلاف آئمہ تحریر کریں ؟

جواب :- اس مسئلے کے بارے میں دو گروہ ہیں

1 :- پہلے گروہ میں " امام ابوحنیفہ، امام محمد، امام شافعی، امام احمد، بعض مالکیہ " شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک تراویح کی نماز مسجد میں باجماعت پڑھنا زیادہ افضل ہے اور یہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں "صمت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان" کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں نے رمضان کا روزہ رکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز تراویح نہیں پڑھائی یہاں تک جب ۲۳ یوم گزر گئے اور ۷ یوم باقی رہ گئے تو ثلث لیل تک ہم کو تراویح پڑھائی " ثم لم یصلی بنا السادسة " پھر ہمیں ۲۴ روزے کو نماز تراویح نہیں پڑھائی یہاں تک ۲۵ کی رات آگئی پھر آپ نے ہمیں تراویح پڑھائی یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کاش ہمیں نفل نماز پڑھاتے آپ نے فرمایا " ان القوم اذا صلوا مع الامام حتی ینصرف کتب لهم قیام تلك الليلة " جب لوگ امام کے ساتھ نماز پڑھ کر لوٹتے ہیں تو ان کے لئے رات کا قیام لکھ دیا جاتا ہے پھر چھبیس کی رات کوئی آپ نے ہمیں نماز نہ پڑھائی جب ستائیسویں کی رات آئی آپ خود گھر والوں سمیت نکلے آپ نے ہمیں پڑھائی یہاں تک ہمیں خطرہ ہو گیا کہ سحری فوت ہو جائے گی

2 :- دوسرے گروہ میں " امام مالک، حسن بصری، امام ابویوسف، امام طحاوی " شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک تراویح کی نماز عام نوافل کی طرح گھر میں جا کر پڑھنا افضل ہے اور یہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے مسجد میں چٹائی کا حجرہ بنایا اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی راتیں نماز ادا کی یہاں تک کہ لوگ جمع ہو گئے تو انہوں نے آپ کی آواز کو گم پایا انہوں نے خیال کیا آپ آرام فرما رہے ہیں بعض لوگ کھنکارنے لگے تاکہ آپ آواز سن کر نکل آئیں آپ نے فرمایا مجھے تمہاری طرف سے جو طرز عمل تھا وہ سامنے رہا یہاں تک کہ مجھے قیام لیل کے فرض ہونے کا خطرہ ہوا اگر تم پر فرض ہو جاتا تو تم نہ کرتے تو آپ نے فرمایا " ایها الناس فی بیوتکم فان افضل صلاة المرء فی بیته الا المکتوبة "

اے لوگو اپنے گھروں میں نماز ادا کرو بے شک فرض نماز کے علاوہ آدمی کی افضل نماز وہ ہے جو گھر میں ادا کی جائے

حضرت نافع نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے " انه كان لا يصلى خلف الامام فی رمضان "

" کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما رمضان میں امام کے پیچھے قیام نہ کرتے

مغیرہ نے ابراہیم کے متعلق نقل کیا ہے " کان المتهجد یصلون فی ناحیة المسجد والامام یصلی بالناس فی رمضان "

" کہ تہجد گزار مسجد کی ایک جانب نماز پڑھتے اور امام رمضان میں لوگوں کو نماز پڑھا رہا ہوتا تھا

ان آثار سے یہ بات واضح ہوئی کہ رمضان میں امام کے ساتھ نماز پڑھنے کی بجائے اکیلے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے اور یہی درست ہے

(18) باب الرجل يدخل المسجد يوم الجمعة والامام يخطب هل ينبغی لہ ان یرکع ام لا "20"

س:۔ خطبۂ امام کے وقت نماز کا حکم کیا ہے؟ اختلاف ائمہ تحریر کریں؟

جواب:۔ اس مسئلے کے بارے میں دو گروہ ہیں

1:۔ پہلے گروہ میں "امام شافعی، امام احمد بن حنبل" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک اثنائے خطبہ آنے والے کیلئے دو رکعت نفل پڑھنا اور ان دونوں رکعتوں کو مختصر کرنا مسنون ہے اور بغیر پڑھے بیٹھ جانا مکروہ ہے اور یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "کہ سلیک غطفانی جمعہ کے دن آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ دے رہے تھے سلیک دو رکعت پڑھنے سے پہلے بیٹھ گئے تو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ارکعت رکعتین قال لا قال قم فارکعھما" کہ کیا تم نے دو رکعت پڑھ لیں اس نے نفی میں جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھو اور پڑھو

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "قال اذا جاء احدکم والامام یخطب فلیصل رکعتین خفیفتین یتجوز فیھما"
"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جب تم میں سے کوئی اس حال میں آئے کہ امام خطبہ دے رہا ہو اس کو ضرور دو خفیف رکعتیں پڑھنی چاہیں اور ان میں اختصار کرے

2:۔ دوسرے گروہ میں "امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام ابو یوسف، امام محمد" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک اثنائے خطبہ آنے والے کے لیے دو رکعت نفل پڑھنا ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے اور بغیر پڑھے بیٹھ جانا واجب اور ضروری ہے اور یہ حضرت عبداللہ بن بسر کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ میں جمعہ کے دن آپ کے پہلو میں بیٹھا تھا کہ ایک آدمی لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتا ہوا آیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا "اجلس فقد اذیت وانیت" بیٹھ جاؤ تم نے لوگوں کو تکلیف پہنچائی" ابو الزاہریہ کہتے ہیں کہ ہم امام کے نکلنے تک گفتگو کرتے تھے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھنے کا حکم دیا اور نماز کا حکم نہیں دیا

حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال "اذا قلت لصاحبک انصت والامام یخطب فقد لغوت" "کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم نے خطبہ کے دوران اپنے ساتھی سے کہا "انصت" تو تو نے لغو کام کیا"

عقلی دلیل:۔ یہ ہے کہ امام کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے جو آدمی مسجد میں موجود ہو تو جب امام خطبہ شروع کرے تو اسے نماز ممنوع ہے اور وہ خطبے کی وجہ سے نماز کی جگہ میں نہ رہا اور یہ بات بالاتفاق ہے تو اب جو آدمی مسجد میں اس وقت داخل ہو رہا ہو وہ بھی غیر موضع صلاۃ میں ہو جائے پس اس کا بھی نماز پڑھنا درست نہ ہو گا

(19)

"باب الرجل یدخل المسجد والامام فی صلوۃ الفجر ولم یکن رکع أیرکع او لا یرکع"

س:۔ جماعت فجر کے وقت سنت کی ادائیگی کا کیا حکم ہے؟ اختلاف ائمہ تحریر کریں؟

جواب:۔ اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

۱:- پہلے گروہ میں "امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اہل ظواہر" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک جماعت شروع کے ہونے کے بعد اور اہل ظواہر کے نزدیک نیت کے بعد باجماعت نماز شروع ہوگئی تو بھی جائز نہیں ہے اہل ظواہر کے نزدیک دونوں صورتوں میں باطل ہے جبکہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اگرچہ جماعت کے ساتھ مل جانے کی امید ہو تب بھی پڑھے گا تو یہ مکروہ ہے اور یہ حضرت ابوہریرہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں

"عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال "اذا أقیمت الصلوٰۃ فلا صلوٰۃ الا المکتوبۃ"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جماعت کھڑی ہوجائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں

۲:- دوسرے گروہ میں "امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام ابو یوسف، امام محمد" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک جماعت کے بعد سنت کی نیت باندھنا جائز ہے امام مالک کے نزدیک پہلی رکعت کے فوت ہونے کا خوف ہے تو مکروہ ہے جبکہ باقی ائمہ کے نزدیک دوسری رکعت پانے کی امید ہو تب بھی نیت باندھنا جائز ہے اور یہ حضرت عبداللہ بن سرجس کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں "ان رجلا جاء و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلاۃ الصبح فرکع رکعتین"

"کہ ایک آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح میں مصروف تھے پس اس نے دو رکعت نماز ادا کی "ثم دخل مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلاۃ فلما قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلاتہ قال یا فلان اجعلت صلاتک التی صلیت معنا او التی صلیت وحدک؟" پھر جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں داخل ہوگیا پس جب جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے فلاں کیا تم نے وہ نماز جو ہمارے ساتھ پڑھی ہے وہ اپنی نماز قرار دی ہے یا وہ جو اکیلے پڑھی ہے اس کو اپنی نماز قرار دیا ہے

حضرت عبداللہ بن ابی موسیٰ نے ابن مسعود کے متعلق نقل کیا ہے "انہ دخل المسجد والامام فی الصلاۃ فصلی رکعتی الفجر"

"کہ وہ مسجد میں ایسے وقت میں داخل ہوئے جب امام نماز میں تھا پس انہوں نے فجر کی دو سنت پڑھی

عقلی دلیل:- یہ ہے کہ جب اس بات پر تو سب کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص گھر میں موجود ہو اور اسے جماعت کھڑے ہونے کا علم ہوگیا اور اسے معلوم ہے کہ وہ فجر کی سنت پڑھ کر جماعت میں شامل ہوسکتا ہے تو اسے فجر کی دو رکعت پڑھ کر جماعت میں شامل ہونا چاہیے اور اگر جماعت کے فوت ہوجانے کا خدشہ ہو تو انہیں ادا نہ کرے کیونکہ اس کو دو فرض ہی ہے ادا کرنے کا حکم ہے اور اس پر اتفاق نہیں ہے کہ فرض کی طرف چل کر آنا اپنے گھر میں دو رکعتوں میں مشغول ہونے سے افضل ہے حالانکہ ان نوافل کی جتنی تاکید ہے کسی نفل نماز کی اس قدر تاکید نہیں ہے

حضرت حسن سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں

"اذا دخلت المسجد ولم تصل رکعتی الفجر فصلھما وان کان الامام لیصلی ثم ادخل مع الامام"

"کہ جب تم مسجد میں ایسی حالت میں آؤ کہ ابھی سنت فجر نہ پڑھی ہوں تو ان کو پڑھ لو اگرچہ امام نماز میں مصروف ہو پھر ان کے ساتھ نماز میں داخل ہوجاؤ"

(25) "باب من صلی خلف الصف وحدہ"

سوال:۔ صف کے پیچھے تنہا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اختلاف آئمہ تحریر کریں؟

جواب:۔ اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1:۔ پہلے گروہ میں "امام احمد بن حنبل، ابراہیم نخعی" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک جماعت کی حالت میں صف کے پیچھے تنہا کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے فاسد اور باطل ہو جاتی ہے اور یہ حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رأی رجلا یصلی فی خلف الصف وحدہ فامرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یعید الصلوۃ"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صف کے پیچھے تنہا ایک آدمی کو نماز پڑھتے دیکھا (غالباً مسبوق ہوگا) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نماز لوٹانے کا ارشاد فرمایا۔

حضرت شیبان سحیمی سے روایت ہے کہ میں ایک وفد کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا

"صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقضی صلاتہ ورجل فرد یصلی خلف الصف فقام نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی قضی صلاتہ ثم قال استقبل صلاتک فلا صلوۃ لفرد خلف الصف"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے میں نے نماز پڑھی پس حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نماز پوری کر لی تو دیکھا کہ ایک شخص تنہا صف کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے جب اس نے نماز پوری کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز دوبارہ از سر نو پڑھو اسلئے کہ تنہا آدمی کا صف کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح نہیں ہے

2:۔ دوسرے گروہ میں "امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنے سے فاسد نہیں ہوتی بلکہ جائز وصحیح ہو جاتی ہے ہاں البتہ ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا اور نماز مکروہ ہوگی اور یہ حضرت حسن جنہوں نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے

"ان ابا بکرہ رکع دون الصف فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم زادک اللہ حرصا ولا تعد"

"کہ جناب ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے صف کے پیچھے نماز پڑھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمایا" کہ اللہ تعالی تیرے حرص میں اضافہ فرمائے اور تو اس کام کا اعادہ نہ کرنا۔ (یعنی جماعت کے ساتھ ملکر نماز پڑھنے کے حرص میں اضافہ کرے)

حضرت ابوبکرہ روایت کرتے ہیں "جئت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راکع وقد حفزنی النفس فرکعت دون الصف ثم مشیت الی الصف فلما قضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلوۃ قال "ایکم الذی رکع دون الصف قال ابوبکرۃ: انا قال زادک اللہ حرصا ولا تعد"

"کہ میں آیا بارگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع کی حالت میں تھے اور مجھے میرے نفس نے ابھارا پس میں نے صف سے دور رکوع کر لیا پھر میں صف کی طرف چلا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو مکمل فرمایا تو فرمایا تم میں سے کس نے صف سے الگ رکوع کیا ہے ابوبکرہ کہنے لگے میں نے فرمایا اللہ تعالی تمہاری حرص جماعت زیادہ کرے آئندہ ایسا نہ کرنا

عقلی دلیل:- تنظر و فکر کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص صف میں پیچھے اکیلا امام کی اقتداء میں نماز پڑھے اس کی نماز درست ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے صف میں نماز پڑھ رہا ہو ایک آدمی نے اس کے سامنے والی جگہ خالی کر دی (وضو وغیرہ ٹوٹ گیا) اسے مناسب ہے کہ وہ صف میں چل کر اس جگہ کھڑا ہو جائے

(21) "باب الرجل یدخل فی صلاۃ الغداۃ فیصلی منہا رکعۃ ثم تطلع الشمس"

س:- دوران نماز سورج نکل آئے تو نماز کا حکم کیا ہے اختلاف آئمہ تحریر کریں؟

جواب:- اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1:- پہلے گروہ میں "امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک ایسا شخص دوسری رکعت پڑھ کر اسی حالت میں نماز پوری کرے گا اور یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں فرماتے ہیں "أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال "من أدرک من صلاۃ الصبح رکعۃ قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الصلوٰۃ" "کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے طلوع آفتاب سے پہلے ایک رکعت کو پالیا اس نے نماز فجر کو پالیا"

2:- دوسرے گروہ میں "امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک اثناء صلوٰۃ طلوع آفتاب کی وجہ سے نماز فاسد اور واجب الاعادہ ہوگی اور یہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں "أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن الصلاۃ اذا طلع قرن الشمس أو غاب قرن الشمس" "کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرمایا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال "لا یتحری احدکم فیصلی عند طلوع الشمس ولا عند غروبھا" "کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا کوئی تم میں سے نماز کے لئے طلوع آفتاب اور غروب آفتاب کے وقت نماز کیلئے تگ و دو نہ کرے

عقلی دلیل:- یہ ہے کہ ہم نے طلوع شمس کے وقت کو دیکھا کہ سورج بلند ہونے تک ممنوع عن الصلاۃ ہے پھر ہم نے غور کیا کہ ان اوقات منہیہ میں صرف نوافل کی ممانعت ہے یا فرائض بھی داخل ہیں تو ہم نے یوم الفطر اور یوم الاضحی پر غور کیا کہ ان میں روزہ رکھنا ممنوع ہے چاہے فرض ہو یا نفل سب برابر ہیں لہذا جس طرح اوقات ممنوعہ میں فرض روزہ اور نفل سب برابر ہیں اسی طرح اوقات ممنوعہ میں فرض اور نفل نماز بھی سب ممنوع ہونگی پس تنظر و فکر کا تقاضا یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے وقت خواہ نفل ہو یا فرض نماز سب ممنوع ہونی چاہیے اور غروب آفتاب کے وقت کا بھی یہی حال ہے البتہ عصر کے بعد غروب تک ممانعت (غروب آفتاب کے وقت) اور فجر کے بعد طلوع تک ممانعت (طلوع آفتاب کے وقت) کی ممانعت وقت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ نماز کی وجہ سے ممانعت ہے لہذا طلوع شمس کے وقت ہر قسم کی نماز ممنوع ہوگی

(۲۲) "باب صلاۃ المسافر"

س:- مسافر کی نماز قصر کے بارے میں آئمہ کرام کا اختلاف تحریر کریں

جواب:- اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1:- پہلے گروہ میں "امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک مسافر کیلئے قصر کا حکم عزیمت اور فرض کے درجے میں نہیں ہے بلکہ رخصت کے اور سنت کے درجے میں ہے اور یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں

"قصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السفر و اتم"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں قصر بھی کی اور مکمل نماز بھی پڑھی"

یعلی بن منیہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (لیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوۃ) اب تو لوگ امن میں ہو گئے ہیں (کیا اب بھی قصر کریں) تو آپ نے فرمایا مجھے اس پر تعجب ہوا ہے جس پر تمہیں تعجب ہے "فسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال صدقۃ تصدق اللہ علیکم فاقبلوا صدقتہ"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ صدقہ ہے جو اللہ نے تم پر کیا ہے تو تم اللہ کے صدقے کو قبول کرلو"

2:- دوسرے گروہ میں احناف کے آئمہ ثلاثہ، سفیان ثوری" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک مسافر کیلئے قصر صلوٰۃ کا حکم رخصت اور سنت کے درجہ میں نہیں بلکہ عزیمت اور فرض کے درجہ میں ہے اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"سافر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقام تسعۃ عشر یوما یصلی رکعتین"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کیا اور انیس دن قیام کیا آپ دو رکعت ادا فرماتے"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج من اھلہ لم یصل الا رکعتین حتی یرجع الیھم"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکلتے تو گھر میں واپسی تک دو دو رکعت ادا فرماتے"

عقلی دلیل:- یہ ہے کہ جب ہم فرض پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات ظاہر ہے کہ اس میں کوئی اختیار نہیں ہے بلکہ ضروری ہیں اور نوافل میں اختیار ہے اور ان کو ادا کرنا نہ کرنا درست ہے اور اس پر سب متفق ہیں اور جس کا بہر صورت کرنا ضروری ہے سفر میں وہ دو رکعت ہیں تمام کے نزدیک اور ان کے علاوہ میں اختلاف ہے کچھ لوگ لازم قرار دیتے ہیں اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مسافر کو کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے تو ان دو رکعتوں کی صفت تو فرض ہونا ہے اور وہ دونوں فرض ہیں اور بعد والی رکعتیں تطوع کے حکم میں ہیں پس اس سے یہ بات ثابت ہو گئی مسافر کا فرض دو رکعت اور مقیم پر فرض چار رکعت ہیں پس جس طرح مقیم کو چار کے بعد بلا تسلیم اور کوئی چیز ان سے ملانی درست نہیں پس اسی طرح مسافر کو بھی مناسب نہیں کہ وہ دو رکعت کے بعد بغیر سلام کے اور کچھ پڑھ کر ملائے

(53) "باب سجود السھو فی الصلوٰۃ ھل ھو قبل التسلیم او بعدہ" 25

س:- سجدہ سہو سلام سے پہلے ہے یا بعد میں؟ اختلاف آئمہ تحریر کریں؟

جواب:- اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں تین

1:- پہلے گروہ میں "امام شافعی، امام اوزاعی" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک سجدہ سہو قبل السلام مشروع ہے اور بعد السلام مشروع نہیں ہے اور یہ عبداللہ ابن مالک کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ نظن انھا العصر فقام فی الثانیۃ ولم یجلس فلما کان قبل ان یسلم سجد سجدتین وھو جالس" کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی ہمارا خیال ہے کہ وہ نماز عصر تھی آپ دوسری رکعت میں کھڑے ہو گئے (دو رکعت ادا کرنے کے بعد) اور بیٹھے نہیں تو آپ نے سلام سے پہلے بیٹھ کر دو سجدے کئے

2:- دوسرے گروہ میں "امام مالک، امام ابو ثور" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک جو سجدہ سہو نماز کے اندر کسی نقصان اور کمی کی وجہ سے واجب ہو جائے تو وہ سجدہ قبل السلام لازم ہے اور جو سجدہ سہو نماز میں کسی زیادتی کی وجہ سے واجب ہو جائے تو وہ بعد السلام لازم ہے اور یہ حضرات سجدہ سہو قبل السلام تو اوپر والی حدیث (عبداللہ ابن مالک) سے استدلال کرتے ہیں جبکہ سجدہ السھو بعد السلام حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ سجد یوم ذی الیدین یعنی سجدتی السھو بعد السلام"

کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالیدین کے واقعہ کے دن سلام کے بعد دو سجدے کئے

3:- تیسرے گروہ میں "احناف کے آئمہ ثلاثہ، حسن بصری، امام احمد بن حنبل" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک سجدہ سہو بعد السلام مشروع ہے اور یہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسہا فنھض فی الرکعتین فسبحنا بہ فمضی فلما اتم الصلوٰۃ وسلم سجد سجدتی السھو"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی جس میں آپ بھول گئے اور دو رکعت پر اٹھ گئے ہم نے سبحان اللہ کہا مگر آپ نے نماز جاری رکھی جب آپ نماز پوری کر چکے اور سلام پھیرا تو سہو کے دو سجدے کئے"

حضرت ضمرہ بن سعید روایت کرتے ہیں "انہ صلی وراء انس بن مالک رضی اللہ عنہ فاوھم فسجد سجدتین بعد السلام"

کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی ان کو نماز میں شک ہوا تو انہوں نے سلام کے بعد دو سجدے کئے

عقلی دلیل:- یہ ہے جب نماز میں کسی کو سہو ہو جائے تو فی الفور سجدہ کا حکم نہیں ہے بلکہ تاخیر سے سجدہ کا حکم ہے اب وہ تاخیر کس قدر ہونی چاہیے اس میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک سلام سے پہلے اور بعض کے نزدیک سلام کے بعد مؤخر کیا جائے اور دوسرے کہتے سلام سے پہلے تک مؤخر کیا جائے گا تو تاخیر پر اجماع ہے ہم نے سجدہ تلاوت میں غور کیا تو معلوم ہوا موضع تلاوت سے اس کی تاخیر جائز نہیں بلکہ اسی وقت سجدہ کا حکم ہے اور بھول کر ... ادا کر لیا جائے اور سجدہ سہو کی تاخیر پر سب کا اتفاق ہے اور اختلاف قبل السلام اور بعد السلام میں ہے ہم نے دیکھا ... سلام ... تو سجدہ پر مقدم کرنا اتفاقی مسئلہ ہے تو مختلف فیہ کو متفق علیہ پر قیاس کرنا ضروری ہے اور ... کیا ... ضروری ہے ... تو سلام ... افعال صلاۃ میں سے ہے اسلئے سجدہ سہو بعد السلام ہوگا

(24) "باب المشي في الجنازة أين ينبغي أن يكون منها"

س:۔ جنازہ کے ساتھ آگے چلنا چاہیے یا پیچھے؟ اختلاف ائمہ تحریر کریں؟

جواب:۔ اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1:۔ پہلے گروہ میں "امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک جنازہ میں آگے چلنا افضل ہے اور یہ حضرت عبداللہ ابن عمر کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"رأيت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر رضی اللہ عنہما يمشون أمام الجنازة"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو میں نے جنازے سے آگے آگے چلتے دیکھا

حضرت ابن شہاب سے روایت ہے "كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يمشي أمام الجنازة وابن عمر رضی اللہ عنہما والخلفاء"

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابن عمر رضی اللہ عنہما اور خلفاء جنازہ سے آگے آگے چلتے تھے

2:۔ دوسرے گروہ میں "امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک جنازہ میں پیچھے چلنا افضل ہے آگے چلنے کی نسبت اور یہ حضرت انس بن مالک کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر رضی اللہ عنہما كانوا يمشون أمام الجنازة وخلفها"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جنازہ کے آگے اور پیچھے بھی چلتے تھے

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے "أمرنا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم باتباع الجنازة"

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم جنازہ کے پیچھے چلا کریں

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "المشي خلفها أفضل من المشي أمامها كفضل المكتوبة على التطوع"

"کہ جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے آگے چلنے سے اور اتنا افضل ہے کہ جتنا فرض نماز نفل سے افضل ہے

عقلی دلیل:۔ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتباع جنازہ کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ جنازہ کے پیچھے پیچھے چلا جائے اور اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عمر خود ان کا فتویٰ اور عمل بھی بلکہ جنازہ میں پیچھے چلنا افضل کا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آگے چلنا یہ سہولت ناس کے لئے تھا نہ کہ افضلیت کے لئے اس لئے جنازہ کے پیچھے چلنا افضل ہے

(25) "باب الصلوة على الجنازة هل ينبغي أن تكون في المساجد أو لا"

س:۔ جنازہ مسجد میں پڑھنا کیسا ہے اختلاف ائمہ تحریر کریں؟

جواب:۔ اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1:۔ پہلے گروہ میں "امام شافعی، امام احمد بن حنبل" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ تلویث کا خطرہ نہ ہو اور یہ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن کی روایت سے استدلال کرتے ہیں

"[illegible]"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی سہیل بن البیضاء فی المسجد"

"کہ جب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ان کا جنازہ مسجد میں داخل کرو تاکہ میں بھی
اس پر نماز پڑھ سکوں تو لوگوں نے اس پر انکار کیا تو عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سہیل بن بیضاء کا جنازہ مسجد میں پڑھا تھا

ج:- دوسرے گروہ میں "امام ابو حنیفہ، امام مالک" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک نماز جنازہ مسجد میں مکروہ ہے
خواہ جو بھی صورت ہو اور یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال "من صلی علی جنازۃ فی مسجد فلا شئی له"

"کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ جس نے کسی میت پر مسجد میں نماز جنازہ پڑھا اس کو کچھ ثواب نہیں ہے

اب جب مسجد میں نماز جنازہ کے بارے میں روایات مختلف ہیں تو ہمیں ضرورت پڑی کہ کونسی روایات متاخر ہیں
تاکہ ان کو ناسخ قرار دیں لیں جب روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد
میں نماز جنازہ کو ترک کر دیا تھا جب کہ پہلے یہ عمل ہوتا تھا تو پس حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا کی روایت سے اولی ہے اس لئے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے

(56) "باب التکبیر علی الجنائز کم هو"

س:- جنازہ میں کتنی تکبیرات ہیں اختلاف آئمہ تحریر کریں؟

جواب:- اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1:- پہلے گروہ میں "امام ابو یوسف، امام زفر" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک نماز جنازہ میں پانچ تکبیرات ہیں اور
یہ حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"کبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمسا" "کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ تکبیرات کہیں

حضرت ابن ابی رزق سے روایت ہے "کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکبرها او کبرها"

"کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے یا کہیں

ج:- دوسرے گروہ میں "آئمہ اربعہ، جمہور فقہاء و محدثین" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں
اور یہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبر علی النجاشی اربعا" "کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے جنازے میں چار تکبیرات کہیں

حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی علی قبر فلانۃ فکبر اربعا"

کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فلانہ کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی تو چار تکبیرات کہیں

حضرت شرحبیل بن سعد کی روایت ہے "صلی بنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما علی جنازۃ فکبر اربع تکبیرات

"کہ ہمیں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک جنازہ پڑھایا تو انہوں نے چار تکبیرات کہیں"

یہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہے چار تکبیرات پڑھنا اور جو چار سے زائد منقول ہیں اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ وہ اہل بدر کی خصوصیت ہے اب اس سے ثابت ہے کہ قیامت تک آنے والوں سب کیلئے چار تکبیرات ہیں سوائے بدر کے جیسا کہ منقول ہے عبداللہ ابن معقل سے منقول ہے "صلی علی رضی اللہ عنہ علی سھل بن حنیف فکبر علیہ ستا ثم التفت الینا فقال انہ من اھل البدر"

"کہ جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سہل بن حنیف کی نماز جنازہ ادا کی اور اس پر چھ تکبیرات کہیں پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ اہل بدر سے ہے

(27) "باب الطفل یموت أیصلی علیہ أم لا"

س:۔ نابالغ پر نماز جنازہ ہے یا نہیں؟ اختلاف ائمہ تحریر کریں

جواب:۔ اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1:۔ پہلے گروہ میں "حضرت سعید بن جبیر وغیرہ" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک نابالغ بچوں پر نماز جنازہ مشروع نہیں ہے اور یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن ابنہ ابراہیم رضی اللہ عنہ ولم یصل علیہ"

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو نماز جنازہ پڑھائے بغیر دفن کر دیا

حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ ان کا ایک بچہ فوت ہو گیا تو انہوں نے کہا "ادفنوہ ولا تصلوا علیہ فانہ لیس علیہ اثم"

کہ اس کو دفن کر دو اور اس پر نماز جنازہ مت پڑھو یہ بے گناہ ہے

2:۔ دوسرے گروہ میں "آئمہ اربعہ جمہور فقہاء و محدثین" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک نابالغ بچوں کی نماز تو بالغوں کی طرح لازم ہے جبکہ شافعیہ و مالکیہ کے ہاں بچے کا چیخ مارنا ضروری ہے تب نماز پڑھی جائے گی اور یہ حضرت مغیرہ بن شعبہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "الطفل یصلی علیہ"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بچے پر نماز پڑھی جائے گی

حضرت شعبی روایت کرتے ہیں "مات ابراھیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو ابن ستۃ عشر شھرا فصلی علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کہ حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اس وقت آپ کی عمر سولہ ماہ تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر نماز پڑھائی"

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے "قال "اذا استھل الصبی ورث وصلی علیہ" "کہ جب بچہ پیدائش کے بعد چیخ مارے تو وارث بھی بن جاتا ہے اور نماز جنازہ بھی پڑھی جاتی ہے اس بچے پر اور یہ حضرت جابر بن عبداللہ کا قول ہے

عقلی دلیل:۔ مسلمان بالاتفاق مرنے والے چھوٹے بچوں کو غسل و کفن دیتے ہیں اور بالغوں کے متعلق غسل و کفن کے اوپر کے بعد نماز جنازہ میں سب متفق ہیں اور شہداء جن کو غسل نہیں دیا جاتا ان کی نماز جنازہ میں اختلاف ہے اور جن کو غسل دیا جاتا ہے ان کی نماز تو ہر حال پڑھی جاتی ہے اور کبھی نماز پڑھی جاتی ہے اور غسل نہیں دیا جاتا (جیسے شہداء) سب بچوں کو بالغوں کی طرح غسل دیا جاتا ہے تو ان پر نماز بدرجہ اولیٰ ثابت ہونی چاہیے

(۲۸) "باب الجلوس علی القبور"

س:۔ قبروں پر بیٹھنا کیسا ہے اختلاف ائمہ تحریر کریں

جواب:۔ اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1:۔ پہلا گروہ جس میں "امام احمد، حسن بصری، شوافع" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک قبر پر کسی غرض سے بیٹھنا مکروہ و ممنوع ہے اور یہ ابو مرثد غنوی کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول "لا تصلوا الی القبور ولا تجلسوا علیھا"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ فرماتے سنا کہ قبور کی طرف نماز مت پڑھو اور نہ ان پر بیٹھو"

حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان یجلس علی القبور"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قبروں پر بیٹھنے کی ممانعت فرمائی"

2:۔ دوسرے گروہ میں "امام ابو حنیفہ، امام مالک" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک قبر پر بیٹھنے میں کراہت اور ممانعت نہیں ہے اور یہ ممانعت اور کراہت پیشاب و پاخانہ کے لئے ہے اور یہ حضرت زید بن ثابت کی روایت سے استدلال کرتے ہیں "نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الجلوس علی القبور لحدث غائط او بول"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور پر جس بناء پر بیٹھنا منع کیا ہے اس سے پیشاب و پاخانہ کے لئے بیٹھنا مراد ہے"

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جلس علی قبر یبول علیہ او یتغوط فکانما جلس علی جمرۃ نار"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی قبر پر پیشاب یا پاخانہ کے لئے بیٹھے وہ گویا کہ آگ کے انگارے پر بیٹھنے والا ہے"

اس سے ثابت ہوا کہ قبر پر بیٹھنے کی ممانعت پیشاب و پاخانہ کی وجہ سے ہے نہ کہ مطلقاً اور صحابہ کرام بھی اسی پر عمل کرتے تھے

حضرت نافع فرماتے ہیں "ان عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کان یجلس علی القبور" "کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما قبور پر بیٹھ جایا کرتے تھے (قبور کے پاس)"

(۲۹) "باب الزکاۃ ھل یاخذھا الامام ام لا"

س:۔ کیا امام زکوٰۃ وصول کرے گا یا نہیں؟ اختلاف ائمہ تحریر کریں

جواب:۔ اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1:۔ پہلا گروہ جس میں "حسن بصری، امام ابراہیم نخعی" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک مسلمان حاکم زکوٰۃ زبردستی وصول نہیں کر سکتا لوگ خود حاکم تک پہنچائیں یا اس کا عامل لے یا لوگ غرباء تک خود پہنچائیں سب دو باتیں جائز ہیں اور یہ حضرت عثمان بن ابو العاص کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"ان وفد ثقیف قدموا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لھم لا تحشروا ولا تعشروا"

"کہ وفد ثقیف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا اپنے اموال و مواشی کو عامل کیلئے جمع کر کہ وہ اس میں سے زکوٰۃ وصول کرے اور جزیہ ادا کرنا تم پر لازم نہیں ہے

حضرت سعید بن زید روایت کرتے ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "یا معشر العرب احمدوا اللہ اذ رفع عنکم العشور"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اے اہل عرب اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرو اس لئے کہ اس نے تم سے عشر (جزیہ) کو اٹھا لیا ہے"

2:- دوسرے گروہ میں "ائمہ اربعہ جمہور فقہاء" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک حاکم وقت کو اس سلسلے میں مختار مانتے ہیں خود وصول کرکے بیت المال میں جمع کرے یا لوگوں کو فقراء تک پہنچانے کی خود اجازت دے اور یہ حضرت عقبہ بن عامر کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "لا یدخل الجنۃ صاحب مکس" "فھذا ھو العشر المرفوع عن المسلمین اما الزکوٰۃ فلا"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ ٹیکس لینے والا جنت میں نہ جائے گا" یہ چیز جو مسلمانوں سے اٹھایا گیا اور رہا تعلق زکوٰۃ تو وہ نہیں اٹھائی گئی

حضرت بکر بن وائل روایت کرتے ہیں "اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسألتہ عن الابل والغنم اعشر ھن؟

قال "انما العشور علی الیھود والنصاریٰ ولیس علی المسلمین"

"کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میں آیا پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹوں اور بکریوں کے عشر کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا "یہ عشور تو یہود و نصاریٰ پر ہیں مسلمانوں پر واجب نہیں

عقلی دلیل:- یہ ہے کہ اس بات میں تو کسی کا اختلاف نہیں کہ حاکم ارباب مویشی کی طرف جو کہ جنگل میں چرتے ہیں عامل بھیجے تاکہ وہ ان سے مویشیوں کی زکوٰۃ وصول کرے جب زکوٰۃ ان پر لازم ہو جائے پھلوں کے سلسلے میں بھی یہی حکم ہے پھر اس زکوٰۃ کو ان مقامات پر صرف کرے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے پس جب ان اموال کا یہ حکم اتفاقی ہے تو نظر کا تقاضا یہ ہے کہ سونے اور چاندی اور مال تجارت کا بھی یہی حکم ہو

(30) "باب زکوٰۃ ما یخرج من الارض"

س:- غلہ کی کتنی مقدار میں عشر لازم ہوگا؟ اختلاف ائمہ تحریر کریں؟

جواب:- اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1:- پہلے گروہ میں "امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام ابو یوسف" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک غلے کی مقدار میں پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں مانتے (وسق = 60 صاع) اور یہ ابو سعید خدری کی روایت سے استدلال کرتے ہیں

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "لیس فیما دون خمسۃ اوسق صدقۃ ولیس فیما دون خمسۃ ذود صدقۃ ولیس فیما دون خمس اواق صدقۃ"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" پانچ وسق سے کم مقدار اور پانچ اونٹ سے کم اونٹوں میں پانچ اوقیہ سے کم مقدار چاندی میں زکوٰۃ نہیں ہے

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "لیس فیما دون خمس من الابل صدقۃ ولا خمس اواق ولا خمسۃ اوساق صدقۃ" "کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" پانچ سے کم تعداد اونٹوں میں زکوٰۃ نہیں اور نہ ہی پانچ سے کم اوقیہ اور پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ ہے

2:- دوسرے گروہ میں "امام ابو حنیفہ، ابراہیم نخعی" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک عشر ہر صورت میں لازم ہے خواہ پیداوار کم ہو یا زیادہ اور یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں "بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الیمن فامرنی ان آخذ مما سقت السماء العشر وما سقی بالدوالی نصف العشر" "کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن کی طرف عامل بنا کر بھیجا اور حکم فرمایا کہ جس زمین کو بارش کا پانی سیراب کرے اس میں عشر ہے اور جو بواسطے سے سیراب ہو اس میں نصف عشر ہے"

حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "فیما سقت السماء العشور وفیما سقی بالسانیہ نصف العشر" "کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو بارش کا پانی سیراب کرے اس میں عشر ہے اور جو اونٹنی سے سیراب کیا جائے اس میں نصف عشر ہے"

عقلی دلیل:- جانوروں، مال تجارت اور اموال باطنہ میں وجوب زکوٰۃ کیلئے حولان حول شرط ہے مالک نصاب ہونا کافی نہیں اور پیداوار زمین میں وجوب عشر کیلئے سال گزرنے کی شرط کسی کے ہاں بھی نہیں بلکہ جس وقت پیداوار تیار ہو اسی وقت لازم ہے اور مویشی اور مال تجارت میں بھی حولان حول کی شرط ہے اور مقدار نصاب بھی شرط ہے لیکن پیداوار اراضی میں جس طرح سال گزرنے کی شرط نہیں ہے بالکل اس میں نصاب کی مقدار کی شرط پانچ وسق وہ بھی نہ ہوگی جس میں ایک شرط لازم ہوتی ہے دوسری بھی لازم ہوگی اور جس میں ایک نہیں اس میں دوسری بھی نہیں ہوگی

(71) "باب صوم یوم الشک"

س:- یوم شک کے روزہ کے بارے میں اختلاف آئمہ تحریر کریں؟

جواب:- اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1:- پہلے گروہ میں "امام شافعی، سفیان ثوری" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک یوم شک کا روزہ مطلقاً مکروہ ہے اور یہ حضرت صلہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ ہم عمار بن یاسر کے ہاں تھے کہ ایک بھنی ہوئی بکری لائی گئی "فقال للقوم کلوا فتنحی رجل من القوم فقال انی صائم قال عمار "من صام الیوم الذی یشک فیہ فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم" "تو انہوں نے لوگوں کو کہا کھاؤ اس وقت قوم میں سے ایک آدمی ایک طرف ہو گیا اور کہنے لگا میں روزے سے ہوں تو عمار نے فرمایا جس نے یوم شک کا روزہ رکھا اس نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی

2:- دوسرے گروہ میں "امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک نفل روزہ رکھنا ہے باقی رمضان کی نیت سے مکروہ ہوگا اور یہ

"لا تتقدموا رمضان بیوم ولا بیومین الا ان یوافق ذلک صوما کان یصومہ احدکم فلیصمہ"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کہ رمضان سے ایک دو دن پہلے روزہ نہ رکھو مگر یہ کہ وہ اس روزے کے موافق ہو جائے جو وہ رکھتا تھا تو وہ روزہ رکھ لے

(32) "باب الجمع بین الصلاتین یجمع کیف هو"

س:۔ سفر دلفہ میں جمع بین الصلاتین کا حکم کیا ہے؟ اختلاف ائمہ تحریر کریں

جواب:۔ اس مسئلہ کے بارے میں تین گروہ ہیں

1:۔ پہلے گروہ میں "امام مالک وغیرہ" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک دو اذان اور دو اقامت سے نماز کو واجب کہتے ہیں اور یہ حضرت عبدالرحمن بن یزید کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"خرجت مع عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ الی مکۃ فلما أتی جمعا صلی الصلاتین کل واحدۃ منہما باذان واقامۃ ولم یصل بینہما"

"کہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ کی طرف نکلا جب ہم مزدلفہ میں آئے تو آپ نے دو نمازیں پڑھائیں ہر ایک ایک اذان اور اقامت سے ادا فرمائی اور ان کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ اسود سے روایت کرتے ہیں "انہ صلی مع عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ صلاتین مرتین بجمع کل صلاۃ باذان واقامۃ والعشاء بینہما" "کہ جناب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ میں نے مزدلفہ میں دو مرتبہ دو نمازیں پڑھیں ہر نماز اذان واقامت کے ساتھ پڑھی مگر شام کا کھانا ان دونوں کے درمیان تناول کیا۔

2:۔ دوسرے گروہ میں "امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف، امام محمد" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ دونوں نمازیں ادا کی جائیں گی اور یہ حضرت حکم رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

"انہ صلی مع سعید بن جبیر بجمع المغرب ثلاثا والعشاء رکعتین باقامۃ واحدۃ ثم حدث أن ابن عمر رضی اللہ عنہما صنع مثل ذلک وحدث ابن عمر رضی اللہ عنہما أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم صنع مثل ذلک فی ذلک المکان"

"کہ میں نے سعید بن جبیر کے ساتھ مزدلفہ میں نماز مغرب تین رکعت اور عشاء دو رکعت ادا کی پھر کہنے لگے ابن عمر اسی طرح کرتے تھے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر اسی طرح کیا

حضرت عبداللہ ابن عمر روایت کرتے ہیں "صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المغرب والعشاء بجمع باقامۃ واحدۃ"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب وعشاء کی نماز مزدلفہ میں ایک اقامت سے پڑھائی

اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دوبارہ اذان کہلوانا اس لئے تھا کہ جب لوگ عشاء کا کھانا کھانے کیلئے منتشر ہو گئے انہیں اکٹھا کرنا مقصود تھا

3:۔ تیسرے گروہ میں "امام شافعی، امام احمد" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ دونوں نمازیں ادا کی جائیں اور یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما أتی المزدلفۃ صلی بہا المغرب والعشاء باذان واحد واقامتین

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مزدلفہ میں تشریف لائے تو وہاں مغرب اور عشاء ایک اذان اور دو اقامت سے ادا کی

حضرت عبداللہ ابن عمر روایت کرتے ہیں "جمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین المغرب والعشاء بجمع وھی المزدلفۃ صلی المغرب ثلاثا ثم سلم ثم اقام العشاء فصلاھا رکعتین ثم سلم لیس بینھما سجدۃ"

"کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب و عشاء کو مزدلفہ میں جمع فرمایا مغرب تین رکعت ادا فرمائی پھر سلام پھیرا پھر عشاء کی اقامت کہی اور اس کو دو رکعت ادا کیا پھر سلام پھیرا ان کے درمیان کوئی نماز نہ تھی

عقلی دلیل :- یہ ہے کہ دو نمازیں عرفات اور مزدلفہ میں جمع کی جاتی ہیں عرفات میں ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ دونوں نمازیں ادا ہوتی ہیں تو مزدلفہ جمع تاخیر ہے تو مغرب اور عشاء کو اسی طرح ایک اذان اور دو اقامت سے ادا کرنا مسنون ہوگا تاکہ دو جمعوں (عرفات اور مزدلفہ) کی کیفیت ایک رہے

(۳۳) "باب وقت رمی جمرۃ العقبۃ للضعفاء الذین یرخص لھم فی ترک الوقوف بالمزدلفۃ"

س :- کمزور لوگ جمرہ عقبہ کی کس وقت رمی کریں؟ اختلاف ائمہ تحریر کریں

جواب :- اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1 :- پہلے گروہ میں "امام شافعی، عطاء بن رباح" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک کمزور لوگ طلوع صبح صادق کے بعد جمرہ عقبہ کو کنکریاں مار سکتے ہیں اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

"کنت فیمن بعث بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم النحر فرمینا الجمرۃ مع الفجر"

"کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو یوم النحر کی رات کو مزدلفہ سے بھیج دیا میں بھی ان میں شامل تھا پس ہم نے جمرہ عقبہ کی رمی فجر کے ساتھ ہی کی

حضرت ابن عباس سے روایت ہے "أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال للعباس لیلۃ المزدلفۃ اذھب بضعفائنا ونسائنا فلیصلوا الصبح بمنی ولیرموا جمرۃ العقبۃ قبل ان یصیبھم دفعۃ الناس"

"کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مزدلفہ کی رات فرمایا تم ہمارے کمزوروں اور عورتوں کو لے جاؤ تاکہ وہ صبح کی نماز منی میں ادا کریں اور جمرہ عقبہ کی رمی اس سے پہلے پہلے ادا کرلیں کہ لوگوں کی بھیڑ ان کو پہنچے

2 :- دوسرے گروہ میں "امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک طلوع آفتاب سے پہلے مکروہ ہے طلوع آفتاب کے بعد مسنون ہے اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث بہ فی الثقل وقال "لاترموا الجمار حتی تصبحوا"

"کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سامان کے ساتھ بھیج دیا اور فرمایا صبح سے پہلے رمی جمار مت کرو

یہ روایت احتمال رکھتی ہے کہ اس سے طلوع آفتاب مراد ہو یا اس سے پہلے کا وقت ہو دونوں کا احتمال ہے

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبنی ھاشم یا بنی اخی تعجلوا قبل جاز الناس ولا ترموا الجمرۃ حتی تطلع الشمس" کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی ہاشم کو فرمایا: اے میرے بھائی کی اولاد لوگوں کے تنگ باندھنے سے پہلے کوچ کرو مگر رمی جمار طلوع آفتاب سے پہلے مت کرو

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ہم مزدلفہ سے لوٹے جب ہم منی روانہ ہونے لگے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا ترموا الجمرۃ العقبۃ حتی تطلع الشمس" کہ طلوع آفتاب سے پہلے رمی مت کرو

تو پس ان آثار سے ثابت ہوا کہ مسنون وقت رمی جمار کرنا طلوع آفتاب کے بعد ہے

(34) "باب المتمتع الذی لا یجد ھدیا ولا یصوم فی العشر"

س: جس متمتع کے پاس ہدی نہ ہو اور نہ روزے رکھے اس کا کیا حکم ہے اختلاف ائمہ تحریر کریں

جواب: اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1: پہلے گروہ میں "امام شافعی امام مالک امام احمد" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک متمتع، قارن، محصر کے لئے ایام التشریق کے روزے رکھنا جائز ہے جبکہ ان کے پاس ہدی نہ ہو اور یہ ابن عمر کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی المتمتع اذا لم یجد الھدی ولم یصم فی العشر انہ یصوم ایام التشریق" "کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر متمتع ہدی نہ پائے اور عشرہ ذوالحجہ میں روزے نہ رکھے تو ایام تشریق میں روزے رکھ لے

حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں "لم یرخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صوم ایام التشریق الا لمحصر او متمتع" "کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام تشریق کے دنوں میں صرف محصر اور متمتع کو روزہ رکھنے کی اجازت دی ہے

2: دوسرے گروہ میں "امام ابوحنیفہ امام ابویوسف امام محمد" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک ایام تشریق میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اگر عشرہ ذی الحجہ میں نہیں رکھے تو حلق سے پہلے قربانی لازم ہے اور یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں

"خرج منادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ایام التشریق فقال ان ھذہ الایام ایام اکل وشرب"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی ایام تشریق میں نکل کر یہ اعلان کرنے لگا کہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں

حضرت سعد بن ابی وقاص نے والد سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں "امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انادی ایام منی انھا ایام اکل وشرب وبعال فلا صوم فیھا یعنی ایام تشریق"

"کہ جناب رسول اللہ نے مجھے حکم فرمایا کہ منی کے دنوں میں میں اعلان کردوں کہ یہ کھانے، پینے اور جماع کے دن ہیں

ان میں روزہ نہیں یعنی ایام تشریق

عقلی دلیل: یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ ایام نحر (قربانی) میں کسی قسم کا روزہ درست نہیں اور وہ ایام تشریق کی نسبت ایام حج کے زیادہ قریب ہیں تو جب یوم نحر قریب تر ہونے کے باوجود متمتع، قارن اور محصر اس بات کا حقدار نہیں کہ وہ ان میں روزہ رکھے تو ایام تشریق جو دور ہیں ان میں بدرجہ اولی ثابت ہوگا

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں "نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم ایام التشریق الثلاثۃ بعد یوم النحر"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم نحر کے بعد تین دن ایام تشریق میں روزے کی ممانعت فرمائی ہے

(35) "باب دخول الحرم ھل یصلح بغیر احرام"

سوال: کیا بلا احرام حرم میں داخلہ درست ہے؟ اختلاف آئمہ تحریر کریں؟

جواب: اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1: پہلے گروہ میں "امام شافعی، امام مالک کا ایک قول حسن البصری" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک بلا احرام میقات سے حرم میں جانے میں کوئی حرج نہیں اور یہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں

"ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ یوم الفتح وعلی رأسہ عمامۃ سوداء"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ وعلی رأسہ مغفر فلما کشف المغفر عن رأسہ قیل لہ ان ابن خطل متعلق باستار الکعبۃ فقال اقتلوہ"

"کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اس وقت آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ اور مغفر تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغفر ہٹا دیا تو آپ کو بتلایا گیا کہ ابن خطل کعبہ شریف کے پردوں کو تھامنے والا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو قتل کرو:

2: دوسرے گروہ میں "امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، عطاء بن رباح، امام احمد، امام شافعی اور امام مالک کا دوسرا قول شامل ہے ان حضرات میں کچھ اختلاف ہے احناف کے آئمہ ثلاثہ کے نزدیک جس شخص کا گھر میقات پر ہو یا اس کے اندر مکہ والی جانب ہو تو وہ بلا احرام داخل ہو سکتا ہے اور جس کا باہر ہو وہ بلا احرام اندر نہیں آسکتا جبکہ دوسروں کے نزدیک اھل میقات کا حکم آفاقی کا ہے اور یہ حضرت ابو میسرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"وقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الحجون ثم قال واللہ انک لخیر ارض اللہ واحب ارض اللہ الی اللہ لم تحل لاحد

بعدی وما احلت لی الا ساعۃ من النھار وھی بعد ساعتی ھذہ حرام الی یوم القیامۃ "

" کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجون کے مقام پر کھڑے ہوئے تھے فرمایا اے مکہ اللہ کی قسم تو اللہ تعالیٰ کی زمین میں سب سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں سب سے زیادہ محبوب زمین ہے تو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہوا اور نہ میرے بعد کسی کیلئے حلال ہوگا اور میرے لئے بھی دن کی ایک گھڑی کیلئے حلال کیا گیا اور یہ مکہ اس گھڑی کے بعد قیامت تک حرام ہے

احناف کی دلیل :- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے " انہ خرج من مکۃ یرید المدینۃ فلما بلغ قدیدا بلغہ عن جیش قدم المدینۃ فرجع فدخل مکۃ بغیر احرام "

" کہ وہ مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے جب مقام قدید میں پہنچے تو ان کو اطلاع ملی مدینہ پر لشکر حملہ آور ہوگیا ہے تو وہ بلا احرام مکہ میں داخل ہوئے

حضرت ابن عباس سے روایت ہے " لا یدخل مکۃ تاجر ولا طالب حاجۃ الا وھو محرم "

ابن عباس فرماتے تھے مکہ میں آنے والا تاجر یا حاجت مند صرف احرام سے داخل ہو

عقلی دلیل :- جب کوئی آدمی حرم میں داخل ہونا چاہتا ہو تو اسے احرام سے داخل ہونا ہوگا خواہ احرام کے لئے حرم میں داخل ہونا چاہتا ہو یا احرام کے علاوہ تجارت وغیرہ کی غرض سے

اسی طرح جو آدمی ان مقامات میں داخل ہونا چاہتا ہو جو حل میں ہیں اور وہ کسی ضرورت ذاتی سے حل میں داخلہ چاہتا ہو تو وہ بلا احرام اس کا داخلہ درست ہے اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان مقامات کا حکم جبکہ ذاتی ضرورت سے داخل ہو تو بلا احرام کا ہے اور یہی حکم میقات سے باہر کا ہے ان مقامات کے رہنے والے حرم میں اسی طرح داخل ہوں گے جس طرح میقات سے باہر رہنے والے اس سے ثابت ہوا کہ حل والوں کا حکم حرم میں داخلہ کیلئے آفاقی ہے اور یہ احناف کے ائمہ ثلاثہ کے قول کے خلاف ہے

(36) " باب نکاح المحرم "

س :- کیا محرم (احرام کی حالت میں) کا عقد نکاح درست ہے ؟ اختلاف ائمہ تحریر کریں

جواب :- اس مسئلہ کے بارے میں دو گروہ ہیں

1 :- پہلے گروہ میں " امام شافعی، امام مالک، امام احمد " شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک محرم کا عقد نکاح کرنا یا کروانا اور پیغام بھیجنا درست نہیں ہے اگر نکاح کیا تو درست نہ ہوگا اور یہ حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں

" قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " لا ینکح المحرم ولا ینکح ولا یخطب "

" کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محرم نہ نکاح کرے نہ نکاح کرکے دے اور نہ پیغام نکاح دے "

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "لا ینکح المحرم ولا ینکح"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "محرم نہ نکاح کرے اور نہ نکاح کر کے دے"

B :- دوسرے گروہ میں "امام ابو حنیفہ ابراہیم نخعی" شامل ہیں ان حضرات کے نزدیک محرم کا نکاح کرنا پیغام دینا جائز و درست ہے اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں

"أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تزوج میمونۃ بنت الحارث وھو محرم"

"کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میمونہ بنت حارث سے احرام کی حالت میں نکاح کیا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے "تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض نسائہ وھو محرم"

"کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی سے حالت احرام میں نکاح کیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "تزوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو محرم"

"کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں نکاح کیا

عقلی دلیل :- محرم کے لئے بالاتفاق جماع حرام ہے اب احتمال یہ ہے کہ عقد نکاح بھی اسی طرح حرام ہو تو ہم نے قیاس کیا کہ تمام متفق ہیں کہ محرم کو باندی خریدنے کی اجازت ہے لیکن جماع کرنے کی نہیں اسی طرح خوشبو خریدنے کپڑے خریدنے کی اجازت ہے حلال ہونے کے بعد لیکن استعمال جائز نہیں ہے

لباس، خوشبو کا استعمال، جماع یہ تمام حالت احرام میں ممنوع ہیں اس کے باوجود ان اشیاء کو خریدنا جائز ہے ان کے استعمال کا حرام ہونا ان کے عقد ملکیت کے خلاف نہیں

محرم کو حالت احرام میں شکار کا خریدنا ناجائز ہے عقد نکاح کے متعلق دو احتمال سامنے آئے ہیں اگر یہ شکار خریدنے کی طرح ہو تو ناجائز ہونا چاہیے دوسرا عقد شراء جاریہ کی طرح ہو تو جائز ہونا چاہیے

غور کرنے سے معلوم ہوا کہ عقد نکاح شراء جاریہ کی طرح ہے شراء صید کی طرح نہیں ہے اب ہم نے دیکھا کہ اگر کوئی احرام باندھ رہا ہو اور اس کے ہاتھ میں شکار ہو تو اسے آزاد کر دینا ضروری ہے اگر اس کے جسم پر کرتا ہے یا خوشبو ہے تو کرتے کو اتار دے اور خوشبو رکھ دے شکار کی طرح پھینکنے کا حکم نہیں ہے بلکہ ان کی حفاظت کا حکم ہے اور شکار کی حفاظت جائز نہیں ہے اسی طرح کسی کے پاس بیوی ہو تو اسے چھوڑنے کا حکم نہیں بلکہ اس کی حفاظت کا حکم ہے

پس قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ عقد نکاح کا حکم شراء جاریہ اور لباس کی طرح ہو شکار کی خریداری جیسا نہ ہو لہذا جس طرح احرام سے نکلنے کے بعد وطی کیلئے باندی خریدنا اور حلال ہو کر استعمال میں لانے کے لئے خوشبو اور لباس کا خریدنا جائز ہے بالکل اسی طرح احرام کی حالت میں نکاح کرنا تاکہ حلال ہونے کے بعد حقوق زوجیت ادا کرے جائز ہے

حضرت ابراہیم سے روایت ہے "أن ابن مسعود رضی اللہ عنہ کان لا یری بأسا أن یتزوج المحرم"
"کہ جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس بات میں کوئی حرج خیال نہ کرتے تھے کہ محرم عقد نکاح کرے"

حضرت عبد اللہ بن محمد روایت کرتے ہیں "سألت أنس بن مالک رضی اللہ عنہ عن نکاح المحرم
فقال وما بأس به هل هو الا کالبیع"
"کہ میں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نکاح محرم کے متعلق استفسار کیا تو انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج وہ تو بیع و شراء کی طرح ہے

ختم شد

دعا کا طالب :- حافظ محمد اکرام مدثر یاروی (جھنگ)